تعلیماتِ قرآن و سنّت اور نشأۃِ اسلامیہ کا علمبردار

سرپرست:

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب

مطبوعات مؤتمر المصنّفین (۲)

اِسلام
اور
عصرِ حاضر

عصرِ حاضر کی مادہ پرست تہذیب اور عالمِ اسلام پر اس کے فکری، تمدنی اور عملی اثرات کا جائزہ علمی و دینی فتنوں تجدّد و استشراق اور فرقِ باطلہ کا تعاقب، موجودہ دور کے سائنسی معاشی تمدّنی اخلاقی معاشرتی اور آئینی مسائل میں اسلام کا موقف، قانونِ فتح و شکست اور اسبابِ عروج و زوال الغرض بیسویں صدی کے کارزارِ حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک جھلک

از

مولانا سمیع الحق

مؤتمر المصنّفین
دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک (پشاور)
پاکستان

اے۔ بی۔ سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

فون نمبر دار العلوم ۔ ۴ قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار فون نمبر رہائش ۔ ۲

جلد نمبر : ۱۱
شمارہ نمبر : ۱۰، ۱۱

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

شعبان/رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ بارہ روپے ۔ فی پرچہ : ایک روپیہ ۲۵ پیسے
بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ ۔ ہوائی ڈاک دو پونڈ

سمیع الحق استاذ دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس سے چھپواکر دفتر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقوق نسواں کمیٹی کی رپورٹ

اہل علم اور مسلمانوں کے لئے عظیم لمحہ فکریہ

★

جنوری ۱۹۷۶ء میں وزیراعظم پاکستان نے اٹارنی جنرل پاکستان جناب یحییٰ بختیار کی سرکردگی میں پاکستانی خواتین کے حقوق متعین اور مرتب کرنے کے لئے ۱۳ ارکان پر مشتمل ایک کمیشن قائم کیا، کمیٹی کے چیئرمین نے غالباً ۱۸ جولائی کو اپنی رپورٹ کا پہلا حصہ پریس کے حوالہ کیا جس کا کچھ خلاصہ ۱۹، ۲۰ جولائی کے اخبارات میں شائع ہوا، جس کا مقصد اس رپورٹ پر ملک کی رائے اور اہل علم کا ردعمل معلوم کرنا تھا، جناب چیئرمین صاحب نے اہل علم طبقہ سے اپیل کی کہ وہ اپنے مشوروں سے کمیٹی کو نوازیں اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ حکومت یا کمیٹی کسی ایسے قانون کی سفارش نہیں کرے گی۔ جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق نہ ہو۔

ان کا یہ اعلان ایک حد تک باعث اطمینان ہے کہ اگر ملک کے دینی و علمی حلقوں نے رپورٹ پر اپنا ردعمل ظاہر کیا تو کمیٹی اپنی رپورٹ پر نظر ثانی کرے گی۔ رپورٹ کے جتنے حصے اخبارات میں شائع ہوئے اس سے بھی عام مسلمان اور اہل علم طبقہ یہ اندازہ لگا سکتے تھے کہ کمیٹی کے ارکان جن میں کوئی ایک بھی عالم دین نہ تھا نہ کوئی ایسی شخصیت تھی جسے اسلام کے نظام عائلی اور فقہ و شریعت پر سرسری دسترس رکھنے والا سمجھا جائے، ان ارکان میں تین یا چار تو مرد ہیں باقی تمام وہ خواتین ہیں جو اپنے قول و عمل سے آزادیٔ نسواں کی علمبردار یا برسرِ اقتدار پارٹی میں کوئی حیثیت رکھتی ہیں، ان میں سے کسی خاتون کو بھی اسلامی علوم اور اسلام کے فقہی و آئینی تفصیلات سے دور کا بھی واسطہ نہیں جن کی زندگی مغربی تمدن میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اور جن کا سرمایۂ ناز صرف مغربی تعلیم ہے۔ ان میں کچھ جانے پہچانے نام یہ ہیں: بیگم نسیم جہاں، بیگم سمیعہ عثمان، بیگم ریحانہ سرور، بیگم رشیدہ پٹیل، بیگم نسیمہ سلطان، بیگم زری سرفراز، مس فاضلہ علیانی مسز میرا فلپس اور اسی طرح دیگر خواتین۔ ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ ہمیں ان خواتین اور کمیٹی کے دیگر ارکان کی ذاتی زندگی اور آراء و نظریات سے کوئی دلچسپی نہیں نہ ان

پر تنقید کرتے ہیں۔ مگر اب جب کہ ان کی سفارشات اسلام کے پورے عائلی، معاشرتی اور تمدنی نظام پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ تو ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ اسلام ہرگز بھی چند خواتین اور مغرب زدہ ارکان کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنی پوری علمی نا اہلیتوں کے باوجود منصب اجتہاد پر فائز ہو کر مسلم پرسنل لا کی ایسی تشریح یا اس میں کوئی ایسی ترمیم و تبدیل کی سعی کریں جس کی کتاب و سنت اور فقہ اسلامی نے اجازت نہ دی ہو۔ ہمارا ازدواجی اور عائلی زندگی کا نظام پورے اسلامی تہذیب و تمدن، تدبیر منزل تہذیب اخلاق اور سیاست مدنیہ کے لئے ریڑھ کی ہڈی سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اور اسلام کسی بھی قوم، طبقہ، کمیشن، اسمبلی، افراد یا حکومت کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اسلام کے معاشرتی نظام کے متعین کردہ اساسی حدود اور دوائر میں کوئی تبدیلی کرے جو آگے چل کر پورے مسلم معاشرہ کے اخلاقی زوال اجتماعی انحلال اور معاشرتی انتشار کا باعث بن جائے۔ عائلی اور معاشرتی احکام کے لئے قرآن نے جو بھی ضابطے مقرر کئے انہیں اللہ کے قائم کردہ حدود سے تعبیر کیا گیا، اور ان حدود میں دست اندازی کرنے والوں کے لئے طرح طرح کی تنبیہہ اور تہدید سے کام لیا گیا۔ فرمایا: وتلك حدود الله ومن يتعدّ حدود الله فقد ظلم نفسه (الآية)

ہم آج کی فرصت میں کمیٹی کی شائع کردہ رپورٹ حصہ اوّل کے کچھ اہم نکات اس امید سے علماء اور اہل علم کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ وہ خدا اور رسول کی مسئولیت اس ملک میں محمدی اقدار اور اسلامی طرز معاشرت کی حفاظت کے فریضہ اور مسلمانوں کے اخلاقی تمدنی اور معاشرتی نظام کو تباہی و بربادی سے بچانے کی خاطر نہ صرف ان نکات پر غور کریں بلکہ تمام باہمی اختلافات سے بے نیاز ہو کر پوری رپورٹ اور اس کے محرکات، دواعی اور آنے والے خطرات پر یکجا ہو کر اور سر جوڑ کر غور کریں۔ اپنی رائے ظاہر کریں اور ملت کی سالمیت، اسلامی قدروں کے تحفظ اور پاکستان کے مسلم شہریوں (خواہ مرد ہوں یا عورت) کی خیر خواہی کے پیش نظر وہ تمام اقدامات کریں جن سے ہمارا مسلمان معاشرہ اور یہ ملک قوم عاد و ثمود کے انجام سے بچ سکے، اور ان حالات اور نتائج کا سامنا ہمیں نہ کرنا پڑ جائے جو مغربی تہذیب کے دلدادگان کے ہاتھوں مسلمان معاشرہ کو پیش آ سکتے ہیں۔ اور جس کی مثالیں یورپ اور مغربی تہذیب کی اباحیت زدہ تمدن، اخلاقی انارکی، اور معاشرتی تباہی کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء اور عائلی کمیشن کی رپورٹ کے بعد یہ دوسری رپورٹ ہے جو اس امر کی واضح نشاندہی کر رہی ہے کہ مغرب کے عائلی اور معاشرتی تمدن سے مرعوب دلدادگان مغرب

کا نقطۂ نظر کیا ہے اور وہ یورپ کی تقلید میں اسلام کے عائلی اور ازدواجی نظام اور احکام و مسائل کے بارہ میں کسی حد تک آگے جا سکتے ہیں اور مرد و عورت کی مساوات، حقوق اور آزادی کے نام پر ان کا منتہائے مقصود اس ملک میں کس نوعیت کے معاشرہ کا قیام ہے، یہ رپورٹ ہمیں یہ دعوت فکر بھی دے رہی ہے کہ جس ملک کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا گیا ہے، اور جہاں کا آئین ہر قسم کی قانون سازی کو کتاب و سنت کا پابند بنا رہا ہے، اور جس دستور کے رہنما اصولوں میں اسلامی طرز معاشرت اور اخلاقی قدروں کے تحفظ کے وعدے کئے گئے ہیں، اس دستور کے حاملین کی نظروں میں آخر کون سا اسلام اور کس نوعیت کا اسلامی طرز معاشرت ہے، عورت کے حقوق کے نام پر جو طوفان اٹھا ہے۔ علماء اور درد مند مسلمانوں کو اس نے نہایت آزمائش میں ڈال دیا ہے جو لوگ یہاں اعلاء اسلام اور نفاذ شریعت کے متمنی اور اس کے لئے کوشاں ہیں جو اسلام کے نظام عفت و عصمت کو قائم و دائم دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور جو معاشرہ میں اسلام کے نظام عدل و انصاف کو جاری ساری رکھنا چاہتے ہیں، انہیں سوچنا ہے کہ ایک ایسے پُرخطر دور میں جبکہ اسلام کے معاشرتی اور اخلاقی قدریں مٹ جانے کا اندیشہ ہو، یورپ کے مخلوط معاشرے کا عفریت منہ کھولے ہوئے آپ کے سارے نظام فقہ و شریعت کو ہڑپ کرنا چاہتا ہو، تہذیب و اخلاق سے عاری مغربی نظام معاشرت کی تلوار سروں پر لٹک رہی ہو ایسے حالات میں علماء اور درد مند مسلمانوں کا فریضہ کیا ہے اور کیا ایسے حالات میں اتنی اہم سفارشات اور حالات سے صرف نظر کر کے گروہی اور فروعی جھگڑوں اور باہمی جنگ و جدال سے ان کا دین محفوظ رہ سکتا ہے؟ دینی شعائر اور اقدار نافذ ہو سکتے ہیں، اور کیا وہ عند اللہ ان حالات سے بری الذمہ ہو سکتے ہیں۔

اس مختصر گذارش کے بعد ہم رپورٹ کی اہم دفعات کو پیش کرتے ہیں۔ آج کی فرصت میں ان دفعات پر تفصیلی تبصرہ مقصود نہیں۔ ہم اس سلسلہ میں مفصل گذارشات انشاء اللہ اگلی فرصت میں پیش کریں گے۔

۱۔ پیش نظر رپورٹ کی دفعہ ۲۱ تک عمومی سفارشات کے علاوہ ایسی تجاویز اور اقدامات کا ذکر ہے جو صدر ایوب کے رسوائے زمانہ عائلی قوانین آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۱ء کے لئے مزید مؤثر، مفید اور معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ان کا تمام صوبوں میں یکساں نافذ ہونا کونسلوں سے متعلقہ کام فیملی کورٹ کے سپرد کر دینا اور انہیں ایسے اقدامات کو بلا تاخیر طے کرنے کا پابند بنا دینا، یہ وہی قوانین ہیں جن کے شائع ہوتے ہی پورے ملک میں احتجاج کا ایک طوفان اٹھا تھا۔ علماء کے تمام مکاتب فکر نے انہیں قرآن و سنت میں صریح مداخلت قرار دیا تھا ایجی ٹیشن کا سلسلہ سالہا سال تک جاری رہا اور

ارباب علم و تحقیق نے اس عائلی کمیشن کی رپورٹ کی ایک ایک شق کا مدلل جواب دیکر اسکی اکثر دفعات کو مسلمانوں کے پرسنل لاء میں صریح دست اندازی قرار دیا تھا، یہاں تک کہ اس وقت کی قومی اور صوبائی اسمبلیوں نے انہیں واپس لینے کی قرار دادیں منظور کیں مگر نتیجہ آمریت میں خود صدر ایوب نے اسے زور اقتدار سے نافذ کیا پھر جب نیا دور اور موجودہ عوامی حکومت قائم ہوئی تو نئے دستور میں انہیں تحفظ دینے پر قومی اسمبلی میں موجود علماء نے سخت احتجاج کیا اور اسکی غیر اسلامی حیثیت کو واضح کیا۔

الغرض چند حیا باختہ خواتین کے علاوہ ملک کے کسی طبقۂ فکر نے (بشمول مسلمانوں کی غیور خواتین کی اکثریت کے) اشاعت، اجراء اور نفاذ سے لیکر اب تک ایک لمحہ بھر ان قوانین پر اظہار پسندیدگی نہیں کیا ان قوانین کی چند اہم باتیں جنہیں موجودہ حقوق کمیشن مزید مؤثر بنانا چاہتا ہے یہ تھیں :

الف :۔ لڑکے کے لئے کم ازکم ۱۸ سال اور لڑکی کے لئے کم ازکم ۱۶ سال عمر نکاح کی تحدید جس میں موجودہ کمیشن نے اور بھی اضافہ کر دیا ہے، جبکہ قرآن کریم نے ایسی کوئی تحدید نہیں مقرر کی بلکہ نابالغی کے نکاح اور طلاق کے بعد اسکی عدت کے احکام تک قرآن میں موجود ہیں خود حضور ؐ کا حضرت عائشہ سے ۶ سال کی عمر میں عقد نکاح ہوا ایک صحابیہ ام سلمہ ؓ کے کم سن بچے کا نکاح اپنے چچا حضرت حمزہ ؓ کی کمسن لڑکی سے کرایا۔ اور آج تک صحابہ کرام ؓ تابعین فقہاء امت میں نابالغی کے نکاح کے جواز پر اختلاف نہیں پایا گیا نابالغی میں کئے گئے کسی نکاح کے مفاسد اور خرابیوں کا علاج خیار بلوغ کی صورت میں کیا گیا اور قاضی کو بلوغ کے بعد فسخ نکاح کا حق دیا گیا۔ مگر اس پر قدغن اس لئے نہ لگائی کہ بسا اوقات والدین اور اعزہ اولاد کے بلوغ کے فوراً بعد اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا چاہتے ہیں۔ پھر جبکہ اخلاقی خرابیوں کا دور دورہ ہو، مخلوط معاشرہ ہو، ناتجربہ کاری اور معاشرہ کی خرابی کی وجہ سے اخلاقی خرابیوں کا طوفانی زمانہ یہی عنفوان شباب ہو، سرپرستوں کے لئے بچوں کی عفت و عصمت کو محفوظ رکھنا مشکل ہو گیا ہو بالخصوص موجودہ دور میں جب کہ یورپ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جہاں کے جنسی جرائم اور اخلاقی خرابیوں کی شرح ۱۸ سال سے کم عمر والے لڑکے اور لڑکیوں میں سب سے زیادہ ہے۔

ب :۔ نکاح کی رجسٹریشن نہ کرانے کی صورت میں اسے قانوناً جائز نکاح ہی نہ سمجھنا اور اس پر سخت سزائیں تجویز کرنا جو سراسر قرآن و سنت کے منافی ہے اور جو فرضی اور جھوٹی رجسٹریوں کے ذریعہ غلط نکاحوں کا باعث بن سکتا ہے۔

ج :۔ نکاح کی طرح طلاق کی بھی رجسٹری۔

د :۔ عورت کو بھی مرد کی طرح طلاق دینے کا حق۔

ھ :- مرد کا طلاق دیدینے کے باوجود کونسل کے فیصلہ تک اسے غیر مؤثر قرار دینا (اور اب رپورٹ نے اسے فیملی کورٹ کے فیصلہ تک غیر مؤثر ہونے کی سفارش کی ہے) قطعاً قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ اس بارہ میں کتاب و سنت اور امت کی اجماع ہے۔ کہ طلاق کے دو لفظ بول دینے ہی سے اس کے اثرات شروع ہوں گے، اس بارہ میں ہنسی مذاق پر مبنی کوئی جملہ بھی اسلام کی نظروں میں مؤثر سمجھا جائے گا۔ جدّ ھن جدٌ وھزلھنّ جدّ ۔ اسلام نے اس بارہ میں نہایت اعتدال اور طرفین کی خیر خواہی کا راستہ تجویز کیا۔ مگر یہ دفعات اور موجودہ رپورٹ مرد کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ اندرون خانہ شرافت سے طلاق دیدینے کی بجائے عورت کو عدالت لے جائے، اور وجوہات طلاق کو نہایت مؤثر بنانے کے لئے طرح طرح کی مخش وجوہات اور الزامات تلاش کرے اور عورت سے گلو خلاصی کے لئے اسکی عفت و عصمت کو برسرِ عام عدالت میں داغدار بنائے اور جب عدالت ان وجوہات پر طلاق مؤثر قرار دیدے تو عورت بے چاری کو علیحدگی کے بعد باقاعدہ سرکاری اور عدالتی " تمغۂ طلاق " ملا ہو۔ اور اس " سندیافتہ مطلقہ " کو معاشرہ کا کوئی فرد قبول نہ کرسکے۔

ش :- عدت کو تین حیض کی بجائے مؤثر ہونے کے بعد ۹۰ دن قرار دیدینا تمام فقہاء کے مسلک کے خلاف ہے اور فقہ اسلامی کے کسی ماخذ سے اسکی سند مہیا نہیں کی جاسکتی۔

ذ :- تعدد ازدواج پر پابندی —— جو کتاب و سنت کے واضح احکام اور امت کے قطعی اجماع سے ثابت شدہ ایک اجازت کو روکنا ہے۔ جبکہ ظلم اور حق تلفی صرف تعدد ازدواج کی صورت میں نہیں، ایک زوجگی کی صورت میں بھی مظالم ہوتے ہیں، اسلام کہتا ہے کہ ازالۂ مفاسد کا یہ طریقہ تو نہیں کہ پھر سرے سے ایک نکاح پر بھی پابندی لگائی جائے بلکہ اسلام نے ظلم کی صورت میں تعدد اور یک زوجگی دونوں صورتوں میں عدالت کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ نکاح سے مقصد پاک صاف اور اطمینان و مسرت سے بھر پور زندگی کا حصول ہے۔ اگر عدم توافق کی صورت میں یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو ملاپ اور توافق کے لئے وہ دسیوں دفعہ بھی جدائی اختیار کرسکتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ مرد حرام کاری اور زنا کاری سے دور رہے اس کیلئے اسے خواہ کتنی نکاح کیوں نہ کرنے پڑیں اور آج کا یورپ جو ہم جنسی کو بھی قانونی شکل دے رہا ہے اور جس سے مرعوب ہو کر ہم تعدد ازدواج کو قانوناً جرم قرار دے رہے ہیں اس یورپ کے ذمہ دار اداروں کی رپورٹ ہے کہ حرام بچوں کی پیدائش کی شرح اسلامی ممالک میں یورپ سے اس وجہ سے بہت کم ہے کہ وہاں تعدد ازدواج پر پابندی نہیں ملاحظہ ہو۔ (اقوام متحدہ کا ڈیموگرافک سالنامہ ۱۹۵۹ء) اسلام کہتا ہے کہ چند زوجیت کے شرعی جواز

کو روک دینا بیسیوں ناجائز غیر قانونی چند زوجیت کا دروازہ کھول دینا ہے ۔

ح :۔ یتیم پوتے کی وراثت کے بارہ میں اسلام کے ایک واضح اور قطعی مسلک کو مذکورہ عائلی کمیشن نے نہ صرف بدل دیا بلکہ اسے جاہلیت کی یادگار اور ظلم عظیم قرار دیا ۔

ط :۔ یہی حال مہر، حضانت اور مطلقہ کی کفالت وغیرہ مسائل کا تھا جس میں مذکورہ کمیشن نے نہایت بے دردی سے دست اندازی کی ۔

۲ ——— حقوق خواتین کمیشن نے رپورٹ کی دفعہ ۳۲ تک مذکورہ امور کو تحفظ دینے اور مؤثر بنانے کے بعد آگے کی دفعات میں دفعہ ۴۳ تک جو سفارشات پیش کی ہیں ان کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد یہی ثابت ہوتا ہے ۔ کہ کمیشن کے نزدیک عورت جب بھی چاہے جس وقت چاہے شوہر کو طلاق دیدے مگر نہایت مجبوری کی وجہ سے بھی مرد کے طلاق دینے کے حق کو طرح طرح کی پابندیوں میں جکڑ دیا جائے ۔ ملاحظہ ہو دفعہ ۴۰ ۔

۳ ——— ان پابندیوں کے ضمن میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو عورت پانچ سال کے لئے ایک مرد کے نکاح میں رہے تو وہ شوہر کی طرف سے طلاق مؤثر (؟) ہو جانے کی صورت میں شوہر کی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ میں ۱/۲ حصہ وصول کرنے کی مستحق ہو گی ، ہم کمیشن کے چیئرمین صاحب سے نہایت ادب سے پوچھتے ہیں کہ اس سفارش کیلئے کوئی شرعی سند کتاب و سنت سے موجود ہے ۔ قرآن تو کسی عورت کو مرد کے مرنے پر اسکی میراث میں حقدار ٹھہراتا ہے ۔ مگر اسکی زندگی میں کسی کو بھی جائداد کا حقدار نہیں ٹھہراتا جبکہ طلاق بھی عدالت نے مؤثر قرار دے دی ہو اور معقول وجوہات تفریق دیکھ کر اسے مؤثر کیا گیا ہو۔ پھر مرد نے نکاح کر کے آخر کونسا معاشرتی جرم کیا ہے ۔ جسکی سزا اُسے عمر بھر دی جائے ۔ اگر یہ نکاح جرم تھا تو طرفین اس کے ذمہ دار تھے ، پھر کیا اسلام کے عدل و انصاف کے سارے تقاضے صرف عورتوں کیلئے ہیں اور مرد اس معاشرہ کا کوئی قابل رحم فرد ہی نہیں ، یہ انداز فکر تو صرف ان قوموں کا ہو سکتا ہے جنہیں زن پرستی اور زن خولیا کی بیماری نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو اسلام تو عدل و انصاف کی حدود میں ہر فریق کی رعایت رکھتا ہے ۔

نکاح مرد اور عورت کی باہمی رضامندی کا ایک معاہدہ ہے نہ عورت اس طرح مرد کی غلام بن جاتی ہے نہ مرد عورت کا ایک ایسا ملازم جو اس ملازمت کی سزا سبکدوش ہو جانے کے باوجود بھی بھگتتا رہے ۔ یہ معاہدہ فریقین کسی فیکٹری کی ملازمت تو نہیں کہ ختم ہو جانے کے باوجود بھی اجیر اور مستاجر لیبر ایکٹ اور سوشلسٹ نظریات پر مبنی دیگر قیود و حدود میں جکڑے رہیں ۔ اسلام کی نظر میں تو نکاح ایک عبادت ہے ، اس کا عائلی فلسفہ معاشی اور لادینی اقتصادی فلسفوں پر مبنی نہیں بلکہ نکاح باہمی الفت و محبت توالد و تناسل اولاد کی تربیت اور اللہ کی رضا کیلئے ایک خوشحال

اور مطمئن گھر بسانے کا ذریعہ ہے۔ اگر یہ مقاصد طبائع کے عدم توافق کی وجہ سے حاصل نہیں ہو سکتے اور فریقین باہمی علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور ہیں تو مرد پورے اعزاز و اکرام اور انعام و احسان کے ساتھ عورت کو الگ کر دے آگے کیا ہوگا۔ اس کا معاملہ اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ فرمایا: وان یتفرقا یغن اللہ کلاً من سعتہ۔ اگر دونوں الگ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعتوں سے دونوں کو غنی کر دے گا۔

لیکن کمیشن کا جائداد وغیرہ کی پابندیوں کی شکل میں "تفریق" کے راستے مسدود کر دینے اور مرد کے حق طلاق کو اس طرح سلب کر لینے کی صورت میں یہی ہوگا کہ مرد یا تو ساری زندگی ناخوشگوار ازدواجی زندگی کا زہر پیتا رہے اس صورت میں عورت بھی پر سکون عائلی زندگی سے محروم رہے گی، اور نکاح کے سارے مقاصد ہی فوت ہو کر ساری گھریلو زندگی درہم برہم ہو جائے گی یا پھر مرد اس "جہنم" سے نجات پانے کے لئے یا تو خودکشی کرے، یا پھر غیر پسندیدہ بیوی سے چھٹکارا پانے کیلئے اس کی زندگی کسی طرح ختم کرنے کی تدابیر اختیار کرے اور حقوقِ نسواں کے نام پر سفارشات بالآخر "نسواں کشی" کا ذریعہ بن جائیں یا مرد گلو خلاصی کے لئے عدالتوں میں اور بھرے مجمعوں میں بیوی کو سر بازار رسوا کرتا پھرے۔

۴۔ آگے دفعہ ۴۳ میں بھی مرد کے "حق طلاق" کو پابندِ سلاسل بنانے کیلئے یہ تجویز رکھی گئی ہے کہ:

"مردِ طلاق کی صورت میں عدت کے زمانہ کے علاوہ بھی شادی شدہ زندگی کے ہر سال کے لئے ایک ماہ کے حساب سے شمار کی جانے والی مدت کے لئے اپنی سابقہ زوجہ کو نان و نفقہ ادا کرے گا۔ (دفعہ ۴۳)"

اس سے قبل عائلی کمیشن نے بھی مطلقہ کی اس طرح کفالت کی سفارش کی تھی مگر اسے "بلا کسی سبب معقول طلاق" سے مشروط کر دیا تھا۔ موجودہ کمیشن سے مزید سخاوت سے کام لیتے ہوئے طلاق کی ہر صورت میں خواہ اس کے وجوہات کتنے ہی معقول ہوں مرد پر ایک ایسا بار ڈال دیا جس کی تائید میں قرآن و سنت اور فقہاء کرام کے اقوال سے کوئی بھی دلیل پیش نہیں کی گئی۔ اور نہ کی جا سکتی ہے۔

اسلام نے مرد پر نان و نفقہ کا بوجھ صرف ایامِ عدت یا ایام حمل یا زمانہ رضاعت میں ڈالا ہے۔ اس کے علاوہ کسی صورت میں مطلقہ کی کفالت کی کوئی ذمہ داری اس پر نہیں، اگر یہ ذمہ داری مطلقہ عورت کی ہمدردی کے جذبہ سے ڈالی گئی ہے تو حکومت کو خود ایسی بیواؤں، یتیموں اور طلاق یافتہ عورتوں کا بوجھ اٹھانا چاہیئے۔ آخر حکومت کی بھی تو ایسے حالات میں کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ شوہر غریب کو مرتے دم تک "جرمِ نکاح" کی سزا دینا کہاں قرینِ عقل و انصاف ہے۔ آخر جب مرد کے شانہ بشانہ کام کرنے والی

ماؤں کے بچوں کے لئے سرکاری نرسیاں قائم ہوں گی تو ایسی ماؤں کے لئے بھی خیراتی نرسیاں قائم کی جا سکتی ہیں۔

۵ــــ کمیشن کی رپورٹ کی ہر دفعہ سے ارکان کی یہ چھپی ہوئی خواہش ظاہر ہو سکتی ہے کہ وہ مرد کو تو طلاق دینے سے کسی نہ کسی طرح روکنا چاہتے ہیں۔ وہ فطری حق جو خدا نے مرد کو دیا تھا کہ: الذی بیدہ عقدۃ النکاح۔ اور یہ تقسیم حقوق و فرائض ان فطری اور خلقی صلاحیتوں پر مبنی تھا۔ جیسے خدا نے: بما فضل اللہ بعضھم علی بعض۔ میں اشارہ فرما دیا تھا۔ لیکن دوسری طرف عورت کو جب چاہے ازالۂ نکاح کا یکطرفہ حق بلا کسی روک ٹوک کے حاصل رہے یہ زہر کی گولی تب نگلی جا سکتی ہے کہ طلاق و نکاح کا چودہ سو سالہ سارا ذخیرۂ احکام و مسائل تلپٹ کر دیا جائے، ایسا کرنا ناممکن ہے، اس لئے کمیشن کبھی تو اس مقصد کے لئے خلع کی آڑ لیتی ہے، کبھی مساوات کی، اور پھر تاویل در تاویل کی وجہ سے وہ افسوسناک اضطراب اور تضاد بیانی کا شکار ہو جاتی ہے۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ کمیشن کے فاضل ارکان یا بیگمات فاضلات کو فقہ اسلامی کی کوئی ابتدائی مترجم کتاب بھی دیکھنا نصیب نہیں ہوئی خلع کی حقیقت یہ ہے کہ زوجین کے باہمی مفاہمت کی صورت میں مہر یا کسی اور مالی عوض کے بدلہ میں خاوند خلع پر تیار ہو جائے۔" عدالت میں رجوع تب ضروری نہیں کہ مرد اور عورت کی باہمی مرضی سے ایسا ہوتا ہو۔ لیکن یہ حق کسی طرح بھی یکطرفہ طور پر صرف بیوی کو حاصل نہیں کہ خاوند کی عدم آمادگی کی صورت میں بھی خود کسی عوض کا اعلان کر کے نکاح پر خطِ تنسیخ کھینچ دے اور جہاں چاہے چلی جائے بلکہ اس صورت میں عدالت سے تنسیخ نکاح کے لئے اسکی مراجعت ضروری ہے۔ عدالت کے فسخ نکاح کے بعد یہ معاملہ بھی امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مرد کی طرف سے طلاق سمجھا جائے گا۔ مگر کمیشن کی رائے میں ــــ" زوجہ کے لئے ضروری نہیں کہ وہ خلع کے ذریعہ انفساخ ازدواج طلب کرنے کے لئے اپنا حق ثابت کرے۔ دفعہ ۳۳ ــــ اور ایسی کوئی وجہ نہیں کہ کسی مسلمان زوجہ کو یہ ثابت کرنے کے لئے کسی عدالت کے روبرو جانے کے لئے مجبور کیا جائے۔"

اسلام نے تو مرد کو بغیر رجوع عدالت طلاق کا حق دیا ہے۔ خلع اگر باہمی رضامندی سے ہو تو عدالت میں رجوع ضروری نہیں البتہ ایسی کوئی صورت نہیں کہ خاوند نہ بھی چاہے تو عورت از خود اس پر طلاق کی کنکریاں دے مارے اور اس کے لئے نہ قاضی کو کسی حوالے کی ضرورت ہو نہ عدالت کے کسی فیصلہ کی۔ خلع کا ایسا کوئی مفہوم نہ تو کتاب و سنّت سے مستنبط کیا جا سکتا ہے نہ فقہاء کے اقوال سے اور پھر ایسی یکطرفہ خود مختار علیحدگی بلا رجوع عدالت کا حق تو اس یورپ نے بھی غالباً عورتوں کو نہیں دیا جس کے اعصاب عورت کے

ہاتھوں ماؤف ہو چکے ہیں۔

مطلب برآری کے لئے رپورٹ میں خلع کی بحث میں دو چار حوالے بھی دئے گئے جو یا تو صرف خلع کا شرعی حق ثابت کرتے ہیں جس سے کسی کو انکار نہیں مثلاً میزان الکبریٰ للشعرانیؒ کی عبارت "کہ تمام ائمہ خلع کے حق میں متفق ہیں"۔۔۔۔ اب ان "ماہرین" اسلام سے کوئی پوچھے کہ اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ خلع کا مفہوم عورت کی یکطرفہ گلو خلاصی ہے۔ آگے سورۃ بقرہ کی ایک آیت اور ایک حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے جو خود اس رپورٹ کا منہ چڑاکر ثابت کرتا ہے کہ ازالۂ نکاح پر فریقین میں نزاع کی صورت میں خلع کے لئے فریق ثالث (جو عدالت وغیرہ ہو) کا ہونا لازمی ہے۔ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ۔ (پس اگر تم کو (فریق ثالث عدالت قاضی وغیرہ کو) خطرہ ہو کہ میاں بیوی اللہ کے حدود قائم نہ رکھ سکیں گے)

یہی حال ثابت بن قیسؓ اور جمیلہؓ بنت عبداللہ کے بارہ میں مشہور حدیث کا ہے کہ جمیلہ اپنا سارا جھگڑا دنیا کے سب سے بڑے قاضی۔ نبی کریمؐ۔ کے سامنے لے گئی۔ گھر بیٹھے اس نے نکاح کا جوا اتار نہیں پھینکا۔ پھر حضورؐ نے اس کے شوہر ثابتؓ سے کہا کہ باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دیدو۔ اس حدیث سے معاملہ اور بھی واضح ہو گیا کہ عدالت بھی نکاح کا وہ گرہ جو خدا نے خاوند کو دیا ہے نہیں چھین سکتی بلکہ خاوند کو طلاق دینے کا حکم دے گی، اگر اس نے پھر انکار کیا اور وجوہات قوی ہوں تو پھر خود نکاح کو فسخ کر دے گی۔ پوری رپورٹ میں قرآن وسنت اور فقہ کا کوئی حوالہ دیا گیا ہے تو وہ بھی صرف اس دفعہ میں جسکی حقیقت آپ پر واضح ہو گئی۔

۹۔۔۔۔ مرد اور عورت کے کلی مساوات اور عورت کو تجارت، ملازمت، سیاست وغیرہ ہر شعبۂ زندگی میں مساوی حق دینے کا ایک طویل منصوبہ ہے، ملاحظہ ہو (دفعہ ۱۲ ص) تاہم سردست کمیشن نے دفعات ۹۳ تا ۹۸ میں عورتوں کو کارخانوں، صنعتی اداروں اور تجارتی تنظیموں میں جائز اور لازمی نمائندگی دینے کے متعلق تجاویز پیش کی ہیں۔ اور جب عورت شمع محفل بننے کی بجائے مرد کی طرح کارخانوں اور دفتروں کا ایک پرزہ بن جائے گی تو بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کے بارہ میں اسکی فطری ذمہ داریوں کو کون سنبھالے گا۔؟ اس کے لئے بھی کمیشن کے سامنے یورپ کی سرکاری پرورش گاہوں اور نرسریوں کا انتظام موجود ہے۔ اور دفعہ ۹۷ میں محنت کش ماؤں کے بچوں کے لئے ایسے ہی انتظامات کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسری طرف جب جوانی کے شدید جذبات کے دور میں ۱۶ برس سے قبل نکاح پر بھی پابندی ہو گی اور زندگی کے ہر شعبہ میں اختلاط ہو جائے گا۔ جائز اور ناجائز آبادی بڑھ جانے کا اندیشہ ہو گا تو اس کا انتظام حسب ذیل دفعات میں کر دیا گیا کہ:

۷۔ دفعات ۸۹ تا ۹۲ کا تعلق اسقاط حمل سے ہے اور رپورٹ میں ہے کہ "ہمارے قانونی نظام میں اسقاط حمل جائز نہیں کمیٹی کے خیال میں عام احساس اسے قانونی طور پر جائز قرار دینے کا ہے۔ اس لئے کمیٹی کے خیال میں اسقاط حمل کی جرم کی وسعت کو کم کرنے کے لئے کافی وجوہ موجود ہیں۔ اس مقصد کے لئے تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۱۲ میں ایسی ترمیم کی ضرورت ہے کہ عورت کسی بھی جسمانی یا ذہنی صحت کو درپیش خطرہ کی وجہ سے اسقاطِ حمل کر سکے اور یہ کہ: ۱۲۰ دن سے کم عمر کا جنین بھی بچہ تصور نہیں کیا جائے گا۔

—— رپورٹ میں ان احتیاطی تدابیر کا ذکر "شادی شدہ عورت" کے نام سے کیا گیا ہے مگر خود کمیشن بھی یہ جانتا ہوگا کہ ان انتظامات سے اصل فائدہ کونسے لوگ اٹھا سکیں گے۔ ان تدابیر اور انتظامات کو وسیع شکل دینے کے لئے دفعہ ۱۱۲ خاندانی منصوبہ بندی کے تحت حسب ذیل تجاویز پیش کی گئی ہیں:۔

الف:۔ دوا فروش قانوناً لازمی طور پر مانع حمل اشیاء رکھے گا۔ اور یہ امر لائسنس ملنے کے لئے لازمی شرط ہوگا۔

ب:۔ شفاخانوں اور ہسپتالوں میں موانع حمل کا وافر سٹاک موجود رہنا چاہیئے۔

ج:۔ خاندانی منصوبہ بندی کا مضمون ایم بی بی ایس کے نصاب میں بطور لازمی مضمون شامل کیا جانا چاہیئے۔ اسی ضمن میں یہ بھی ہے کہ:

۸ —— مردوں کی شادی کی کم از کم عمر ۱۸ سال سے بڑھا کر ۲۱ سال کر دینی چاہیئے۔ جس پر عائلی قوانین کے ضمن میں گفتگو ہو چکی ہے۔ اگر مقصد آبادی کی شرح گھٹانا ہے تو ایسا کرنا اسلام کی نگاہ میں شرعاً اخلاقاً سیاستہً ہر لحاظ سے مذموم اور ناجائز ہے۔

۹ —— عورت کو ہر شعبہ میں شریک کرنے کی خاطر کمیشن کی رائے ہے کہ "سیاسی زندگی میں اس کی شرکت کی رفتار تیز کر دی جائے۔ اور ہر سیاسی جماعت کے لئے لازمی ہو کہ وہ دس یا دس سے زائد امیدوار کھڑا کرے تو ان میں کم از کم ۱۰ فیصد خواتین ہونی چاہئیں۔ (دفعہ ۱۰۸ اور ۱۰۹)

یہ ایکٹ لاگو ہو جانے کے بعد ان جماعتوں کیلئے جو غلبۂ اسلام کا منشور لیکر اٹھتی ہیں یہ سوچنا ہوگا کہ وہ یا تو سرے سے سیاست اور انتخابات سے دستبردار ہو جائیں اور کسی گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے پر قناعت کرلیں یا پھر اُسے اسلام کے اس پورے نظامِ ستر و حجاب کو خیر باد کہنا ہوگا جسکی بقاء اور حفاظت ان کا اولین مقصد ہوگا۔

۱۰ —— معاملہ ان چند سفارشات پر ختم نہیں ہوتا، یہ تو ابتدا ہے اور کمیٹی کے سامنے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ اور رپورٹ کے الفاظ ہیں: " ابھی دیگر موضوعات خصوصی طور پر معاشی اور معاشرتی میدان

میں خواتین کے حقوق اور حیثیت سے متعلق ہیں، غور و خوض مکمل کرنا باقی ہے۔ تحقیقات اور معلومات کا دائرہ بہت وسیع ہے تاکہ ان مسائل اور مشکلات کو دریافت کیا جائے جو خواتین کو قومی زندگی کے تمام میدان ہائے عمل میں زیادہ حصہ لینے میں مانع ہیں۔" (دفعہ ۱۲ ص ۱۳)

اور جب یہ کام مکمل ہو جائے گا تو پھر عورت ملازمتوں میں فوج میں، پولیس میں حکومت کے تمام شعبوں میں میونسپل کمیٹی اور اسمبلیوں میں دفتروں اور کارخانوں میں، سڑکوں اور بازاروں میں، ٹریفک کنٹرول میں، سیاسی جلسوں اور جلوسوں میں، سٹیج سے لیکر فٹ پاتھ تک پوری شان مساوات کے ساتھ مردوں کے کاندھے سے کاندھا ملاکر چلے گی اور جب چاہے گی شوہر کو پرانے جوتے کیطرح اتار پھینک سکے گی۔ بے حجابی کی کھلی چھٹی ہوگی۔ رقص و سرود سے اسے کوئی نہیں روک سکے گا کہ یہ تو آرٹ اور ثقافت کا لازمہ ہے۔

اسقاط حمل کی آزادی اور اس کے لئے سارے انتظامات کی فراوانی ہوگی۔ بچوں کی نگہداشت اور تربیت کا بوجھ نرسریوں اور کفالت خانوں پر ڈال دیا جائے گا۔ تربیت کا انتظام ماں کی گود سے باہر آیاؤں اور نرسوں کے حوالے کر دیا جائے گا، اور تعلیم و تہذیب کا کالجوں اور ہوسٹلوں کے ذمہ، والدین بڑھاپے میں عمر رسیدہ لوگوں کے اداروں میں جا پڑیں گے۔ باہر مادیت کا دور دورہ ہوگا کبھی یورپ کا استحصالی سرمایہ دارانہ نظام دندناتا پھرے گا، اور کبھی روس اور چین کا لادینی اشتراکی فلسفۂ حیات کی حکمرانی ہوگی، دین اور اہل دین پر پابندی ہوگی، وعظ و خطبہ، منبر و محراب، مسجد و مدرسہ کو "قومیا" لیا جائے گا، اور شعائر اللہ کے احترامات اور اعلاء کلمۃ اللہ کے سارے مظاہر سرکار کے زیر کنٹرول ہوں گے تو گویا اس دن اس ملک کا مقصد تخلیق حاصل ہو جائے گا، اور وہ تمام دینی تنظیمیں دینی جماعتیں دردمند مسلمان سوز ملت سے سرشار علماء جو ایسے اقدامات اور سفارشات پر بھی چپ ساد ھے بیٹھے ہیں۔ گویا "لیلائے مقصود" سے ہمکنار ہو جائیں گے۔ ولا فعل اللہ ذلک۔ (جاری ہے۔)

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق
رمضان المبارک ۹۶ء

ارشادات حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ

یوم القیامۃ

شدائد قیامت سے بچانے والے اعمال

(خطبۂ جمعۃ المبارک ۲۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ـــــ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی حضور اقدسؐ کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ یارسول اللہ قیامت کا دن کب آئے گا۔ متی الساعۃ؟ بھائیو! قیامت کا دن حق ہے۔ اور بہت بڑا داھیہ بہت بڑا واقعہ ہے۔

قیامت کی گرمی یہ آج کل کی گرمی کا اندازہ لگاؤ کہ سورج ہم سے کئی کروڑ میل دور ہے۔ اور ہم اسکی تپش اسکی حرارت برداشت نہیں کرسکتے، قیامت کے دن نہ درخت ہوں گے نہ دالان اور برآمدے نہ زمین میں گڑھے، کوئی سایہ والی چیز نہیں ہوگی، بالکل ہموار میدان ہوگا، ساری زمین ـــــ لاتریٰ فیھا عوجًا ولا امتا۔ مشرق میں کوئی کھڑا ہو تو اسے مغرب کے آدمی نظر آئیں گے کہ سب ہموار سطح پر ہوں گے۔ اور حدیث میں ہے کہ یہ سورج بقدر ایک میل سروں کے قریب ہوگا۔ اگر میل سے مراد آج کل کا مروج میل ہو تو زیادہ سے زیادہ اتنا دور ہوگا، جیساکہ یہاں سے اکوڑہ خٹک کا ریلوے اسٹیشن تو جب اس وقت کروڑوں میل دور ہے تو یہ حالت ہے، تو قیامت کا دن کیسا ہوگا۔ جب سورج اتنا نزدیک ہوگا تو اسکی تپش اور حرارت کتنی ہوگی۔؟ اور اس وجہ سے حدیث مبارک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ پسینہ میں ڈوبے ہوں گے۔ بعض کا پسینہ ٹخنوں تک بعض کا گھٹنوں تک بعض کا ناف تک بعض کا سینہ تک بعض کا منہ سے ٹکرائے گا۔ جیساکہ لگام ہوتا ہے۔

جن پر عرش کا سایہ ہوگا ہاں جن پر اللہ کا فضل ہو تو الگ بات ہے، حدیث میں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ، عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سبعۃٌ یظلھم اللہ فی ظلہٖ یوم لاظل الاظلہٗ امامٌ عادلٌ[1]۔ وشابٌ[2] نشأ فی عبادۃ اللہ ورجلٌ[3] قلبہٗ معلقٌ بالمسجد اذا خرج منہٗ حتی یعود الیہ ورجلان[4] تحابّا فی اللہ اجتمعا علیہ وتفرّقا علیہ ورجلٌ[5] ذکر اللہ خالیًا ففاضت عیناہ ورجلٌ[6] دعتہٗ امرأۃ

ذات حسب وجمال فقال انی اخاف اللہ ورجلٌ تصدق فاخفاھا حتی لاتعلم شمالہ
ماتنفق یمینہ۔ (متفق علیہ) کہ سات آدمی قیامت کے دن جب کہ اور سایہ نہ ہوگا اللہ
کے عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔ یہ سات بھی کیسے لوگ ہیں۔؟ ۱۔ ایک تو عادل بادشاہ
۲۔ دوسرا شابٌ نشأ فی عبادۃ اللہ۔ وہ جوان جس کی جوانی اللہ کی عبادت میں گذری ہو — در جوانی توبہ کردن
شیوۂ پیغمبری — کسی نے فحشاء کی دعوت دی مگر وہ اپنے آپ کو بچا گیا۔ اور آج بھی ایسے بعض جوان
ہیں، اللہ ان کی عمروں میں برکت ڈالدے جو حرام کام نہیں کرتے، کسی پر بری نظر نہیں ڈالتے۔ زبان سے ہاتھ
سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے، جھگڑا کسی سے نہیں کرتے، علم کے حصول میں، کتاب کے مطالعہ میں لگے
رہتے ہیں یا خدمت خلق میں یا اپنی حلال تجارت اور ملازمت میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ شابٌ نشأ
فی عبادۃ اللہ۔ کے مصداق ہیں۔ جوانی کی زندگی ساری عبادت میں گذری اور یہ طلبۂ دین کو تو بہت
خوش ہونا چاہیے کہ یہ تو دن رات دین میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عمل میں اخلاص اور للّٰھیت کی توفیق
دے۔ ۳۔ تیسرے ایسے دو آدمی جو اللہ کی رضا کے لئے آپس میں بحث کرتے ہیں ان میں خلوص و محبت
ہے کوئی غرض اور لالچ نہیں۔

الحب فی اللہ ۴۔ رجلان تحابا فی اللہ — اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ۔ اللہ کے
دین کی تقویت اللہ کی خوشنودی کے لئے ان کا باہمی پیار ہے ان کا اکٹھا ہونا اور الگ ہونا اسی بات پر ہوتا
ہے، اللہ کے لئے محبت اللہ کے لئے قطع تعلق یہاں تک کہ ماں باپ سے بھی تعلق کی بنیاد اللہ کی محبت
ہے۔ خدا کا حکم ہے: ان اشکر لی ولوالدیک۔ اللہ کی مرضی ہے اور حکم ہے، تو یہ بھی اللہ کے لئے محبت
ہے کہ مجھے اللہ نے والدین کے حقوق کی ادائیگی پر مامور کیا ہے، اسی طرح اولاد سے محبت کہ مجھے اللہ نے
اولاد کی محبت و شفقت پر مامور کیا ہے۔ تو اولاد سے بھی محبت اللہ کے لئے ہوگی، حتی کہ اپنی بیوی کے
حقوق کی ادائیگی اور محبت بھی کہ اللہ کے حکم کی تعمیل ہے۔ تو یہ محبت بھی موجب اجر ہے — اور انسان کے
ذمہ اللہ کے بھی حقوق ہیں اور بندوں کے بھی۔ اور یہ بھی شارع نے فرض کئے ہیں، تو یہ اس حیثیت
سے ادا کرتا ہے، نیت یہ ہے تو یہ بھی اللہ سے محبت ہے۔

اخلاص نیت سے دنیا بھی دین ایک شخص نے ایک بنگلہ بنایا بہت شاندار اور خوبصورت
ایک عالم سے تعلق اور واسطہ تھا انہیں بلایا نئے بنگلہ میں کہ افتتاح کرنا ہے نئے گھر کا۔ وہ گھر میں داخل
ہوا ادھر ادھر گھوما روشندان کے بارہ میں پوچھا کہ یہ کیوں لگایا ہے۔ کہا کہ تازہ ہوا اور روشنی کے لئے
جو کہ صحت کے لئے مفید ہے۔ اندر کے جراثیم بھی باہر نکلیں گے۔ صحت کے اصول کا تقاضا تھا، اس لئے

لگوایا ہے ۔ عالم نے کہا کہ افسوس اگر یہ ارادہ کرلیتا کہ مسجد کی اذان اس کے ذریعہ سے سنائی دے گی، ایک مستغیث فریادی مدد کے لئے کہیں پکارے گا تو اسکی امداد کو جلد پہنچ سکوں گا ۔ تو وہ تازہ ہوا بھی اور روشنی بھی خود بخود پہنچتی منافع دنیوی بھی حاصل ہوتے مگر نیت سے یہ روشندان اور کھڑکی بھی موجب اجر وثواب اور عبادت بن جاتی ۔ تو اگر روٹی کھائیں اچھے کھانے کھائیں اور اس نیت سے کہ بدن کو غذا پہنچے روح قوی ہو جائے اور اس قوت سے اللہ کی عبادت کر سکوں تو یہ کھانا بھی عبادت ہے ، یہ حلال مزدوری اور مشقت بھی اس نیت سے کرنا کہ اس سے جسم کی مشین قوی ہوگی اور اللہ کی عبادت بندگی مخلوق خدا کی خدمت حقوق کی ادائیگی کر سکوں گا تو یہ مزدوری اور ملازمت اور کاشتکاری بھی عبادت بن جائے گی ، دن بھر کی ملازمت بھی دین بن جائے گی اور یاد رکھو کہ جو شخص اس نیت اور خیال سے کام میں مشغول ہو تو وہ ہر قدم اور ہر کام میں اللہ کے احکام کا پاس بھی رکھے گا ۔ کبھی مخالفت حکم نہیں کر سکے گا ، تو حدیث میں ہے کہ :

من احب للّٰہ وابغض للّٰہ	محبت بھی اللہ کے لئے کرے گا ۔ بغض بھی
واعطیٰ للّٰہ فقد استکمل الایمان ۔	اللہ کے لئے کریگا کسی کو یا دبھی تو اللہ کے لئے
...	ایسے شخص نے ایمان کو مکمل کرلیا ۔

حتیٰ اللقمۃ ترفعہا فی فی امرءتک ۔ پیار سے لقمہ اٹھا کر بیوی کے منہ میں ڈال دیا تو یہ بھی اجر وثواب بن جائے گا ۔ مگر نیت پر انحصار ہے کہ اللہ کی رضا مطلوب ہو ۔ بھائیو ! اللہ کی رضا بہت بڑی چیز ہے ۔

بچوں کے صدمہ پر اجر کی زیادتی کی وجہ ایک حدیث میں ہے کہ جب معصوم بچے مر جائیں تو قیامت کے دن ماں باپ کی سفارش کریں گے کہ انہیں جنت لے چلیں ۔ شفیع ہوں گے والدین کے لئے مگر ایک بالغ اولاد مر جائے کئی مر جائیں تو اسکی اتنی فضیلت نہیں آئی ، گو صدمہ پر صبر کرنے کی فضیلت تو ہے ، اللہ تعالیٰ ایک کانٹا چبھنے کی تکلیف اور اس پر صبر کرنے پر بھی اجر دیتا ہے ۔ مگر بالغ اولاد کا صدمہ تو والدین کو بہت زیادہ ہے ۔ مگر بچوں کی موت والا اجر نہیں ۔ علماء نے اسکی کئی وجوہات لکھی ہیں ۔ اور بچوں کی موت کی کئی خصوصیات بیان کی ہیں ، مگر ایک وجہ یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ والدین کی فطری اور طبعی محبت ہوتی ہے ۔ اور یہ تو منطقیوں کی تعبیر ہو گئی اصل بات یہ ہے کہ للّٰہی محبت ہوتی ہے ۔ بلا لالچ اور بے غرض محبت ہوتی ہے ۔ والدین دن رات جاگ کر ان کی خدمت کرتے ہیں پنکھا جھلاتے ہیں ، گود میں اٹھاتے ہیں ، ان کے بول وبراز کو دھو کر انہیں صاف کرتے ہیں اور یہ تو والدین سے پوچھو کہ کیسی تکلیف اٹھاتے ہیں ۔ تو یہ سب کچھ اس وجہ سے نہیں کہ بچے والدین کو روٹی کپڑا دیتے ہیں ۔ یا خدمت کرتے ہیں ۔ یا مستقبل میں ایسا کریں گے ۔ یہ بات بھی والدین کے تصور اور خیال میں قطعاً نہیں

ہوتی کیا معلوم کہ بچّہ جوان ہوگا بڑا ہوگا۔ بچ سکے گا یا نہیں۔ ۲۰، ۲۵ سال بعد والدین زندہ بھی ہوں گے یا نہیں یعنی اگر خدمت کریں گے بھی تو ۲۰ سال بعد اور اس کا کس کو علم ہے۔ موجودہ وقت میں والدین کی خدمت خالص اللہ کے لئے ہے، بے غرض ہے تو یہ شفقت و خدمت بے غرض ہوگئی تو اس کا اجر بھی یہ ہے کہ قیامت کو بچّہ خدا سے اصرار کرے گا کہ جب تک والدین کو جنّت نہ لے جائیں گے تو خود بھی نہیں جائیں گے بشرطیکہ ماں باپ مؤمن ہوں۔

الغرض قیامت کے دن وہ مؤمن جس کا باہمی تعلق و محبت اللہ کی رضا کے لئے ہو وہ عرش کے سایہ میں ہوں گے اور وہ جوان جس کی جوانی اللہ کی عبادت میں گذری وہ عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔

خفیہ انفاق فی سبیل اللہ ۴۔ اس کے علاوہ ایسا شخص بھی عرش کے سایہ میں ہوگا جو دائیں ہاتھ سے خرچ کرے مگر بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو۔ اور ہم لوگ تو ذرا سی نیکی بھی کریں تو اخبار میں نام اور فوٹو آنا چاہیئے۔ کہ سارے شہر اور گاؤں کو پتہ چل جائے، تب خیرات کرتے ہیں۔ اللہ کے نام پہ تو وہ خیرات ہے کہ بالکل خفیہ ہو کسی کو پتہ نہ چلے اور نیت کو اللہ پاک دیکھتے ہیں۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ کسی نے خفیہ صدقہ کرنے کی فضیلت سنی تو رات تاریکی میں دیوار کی آڑ میں کھڑا ہوا کہ کوئی پہچان نہ لے راستہ میں کوئی گذر رہا تھا، تو اس کے ہاتھ میں مال تھما دیا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ رات ایک چور چوری کرنے جارہا تھا، کسی نے اسے بڑی دولت دے دی۔ کسی کو پتہ تو تھا نہیں، اس نے بات سنی تو حیران ہوگیا اور دل میں کہا کہ یا اللہ عجیب بات ہوئی خیرات بھی کردی اور صدقہ چور کو دیدیا۔ دوسرے دن خیال کیا کہ مرد تو چوری کرتے ہیں، عورتیں نہیں کرتیں، رات کسی خفیہ جگہ کھڑا ہوگیا، ایک عورت راستہ میں جارہی تھی، اس نے اس کے دامن میں جلدی سے دراہم ودنانیر ڈالدئے اور چل پڑا۔ صبح پھر شہر میں چرچا ہونے لگا کہ فلاں کسبی عورت کہیں زنا کرنے جارہی تھی اور کسی نے اُسے بڑی دولت دیدی۔ یہ اور بھی پریشان ہوگیا۔ کہ یا اللہ خیرات بھی کردی اور زانیہ عورت کو دیدی ـــــ تیسری رات پھر کسی مسجد میں خفیہ طور پر آیا اور کوئی شخص بیٹھا تھا۔ اسے کچھ دیدیا۔ اور چل پڑا وہ شخص خود بہت بڑا غنی تھا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ فلاں رئیس اور نواب کو کسی نے بڑی رقم دیدی۔ تو تین دفعہ صدقہ دیدیا اور بے جا مصرف میں کہ فقیر اور مستحق کو نہ پہنچا۔ بہت فکر مند ہوا، تو غیبی آواز آئی کہ غم مت کرو تمہارا ثواب ہوگیا تم خفیہ صدقہ کرنا چاہتے تھے، اللہ نے تمہاری نیت اور اخلاص کو قبول فرمایا۔ تو چور کے ہاتھ جو دولت آئی تو اُس رات اس نے چوری نہ کی کہ دولت مل گئی ہے تو چوری سے کیا فائدہ۔ عورت زنا کے لئے دولت کے لالچ میں جارہی تھی، دولت ملی تو زنا سے

بچ گئی، غنی شخص دولتمند آدمی تھا۔ مگر بخیل تھا، اُسے دولت دی گئی تو اس نے سوچا کہ خدا نے مجھے بھی دولت دی ہے، دوسرا امیر اللہ کی راہ میں ایسے ایسے لگا رہا ہے، تو مجھے بھی خرچ کرنا چاہیئے، اس نے بھی عبرت لی ـــــ تو عرش کے سایہ میں جو چند لوگ ہوں گے۔ ان میں اللہ کی راہ میں خفیہ طور پر خرچ کرنے والا بھی ہوگا۔ اور وہ شخص بھی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اسکی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ دل نرم ہوگیا، گڑگڑایا، اللہ کی عظمتوں کے سامنے اس پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔

مسجد سے وابستگی | اور ایسا شخص بھی جس کا دل ہر وقت مسجد کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے دکان میں کھیت میں کارخانہ میں یہی فکر ہے کہ نماز باجماعت فوت نہ ہوجائے۔ مسجد میں جا کر ایسا سکون پاتا ہے۔ جیسے کہ مچھلی کو دریا میں راحت ہوتی ہے۔ جب مسجد سے باہر آجائے تو دوسری نماز کا منتظر رہتا ہے۔

گناہ سے بچنے والا | اور حدیث میں فرمایا کہ ایسے شخص پر بھی قیامت کے دن اللہ کا عرش سایہ فگن ہوگا، جسے کسی نوجوان خوبصورت عورت نے تنہائی میں گناہ کی دعوت دی، کوئی ظاہری رکاوٹ نہ تھی مگر اس نے اپنے نفس کو پائمال کیا۔ خواہشات کو دبا کر اس عورت کو کہا کہ نہیں میں تو اللہ تعالیٰ حکیم وعلیم سے ڈرتا ہوں۔ ایسے گناہ کی جرأت نہیں کر سکتا ـــــ تو ایسے اعمال والے جن کے دلوں میں اللہ کی بندگی اور خوف ہو، عرش کے سایہ میں محشر کی دھوپ اور تپش سے بچ جائیں گے، اور باقی ساری مخلوق دھوپ میں کھڑی ہو گی اور وہ دھوپ بھی بہت قریب یعنی ایک میل کے فاصلے سے۔

سورج کہاں ہے؟ | اور اوّلاً تو آسمان کا اندازہ کسی نے نہیں لگایا یہ جس نے چاند تک پہنچنے کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کا بیان تھا کہ چاند پر پہنچ کر اتنی وسیع خلاء اور فضاء نظر آئی جیسی کہ یہاں زمین سے نظر آتی ہے، تو آسمان ہنوز دور است۔ تو یہ سورج اگر آسمان دنیا میں ہے، یعنی اس کے نیچے یا جو صورت ہو مگر چوتھے آسمان میں ہونے کی باتیں فلاسفہ کی ہیں، ہم تصریح شرح چغمنی کے مقلد نہیں یہ غیر قطعی باتیں ہیں، اب پہلا آسمان اسکی ساخت کتنی ہے۔؟ موجودہ سائنس دان بھی اس سے عجز کا اعتراف کرتے ہیں، کوئی اندازہ قطعی لگا نہیں سکتے۔ ومایعلم جنود ربّك الاھو ـــــ اللہ کے لشکر اور خدائی کی وسعتیں صرف وہی جانتا ہے۔ اور اسکی گرمی ہم جون جولائی میں برداشت نہیں کر سکتے۔ ـــــ تو بھائیو! قیامت کے دن اسکی گرمی کی کیا حالت ہوگی، جب سورج ایک میل کی دوری پر ہوگا ـــــ۔

قیامت کو گرمی اور پسینے کا تفاوت کیوں ہوگا۔ | اس سے پھر پسینے کا اندازہ لگ گیا کہ کسی کا پسینہ

دریا کی موجوں کی طرح اس کے منہ سے ٹکرائے گا، اور تفاوت اعمال کی وجہ سے کسی کے ٹخنوں تک کسی
کسی کا اوپر ناف یا سینہ تک ——— اور اگر کوئی کہے کہ دریا کی سطح تو ہموار ہوتی ہے تو یہ تفاوت کیسا
ہوگا، تو جواب یہ ہے کہ جس کے اعمال اچھے ہیں۔ تو وہ ایسا ہوگا جیسا کہ دریا میں قدموں کے نیچے گویا کوئی
موڑا یا ٹیلا موجود ہو، چٹان پر کھڑا ہو اسی طرح جیسا کہ آپ سب کھڑے ہو جائیں اور میں منبر پہ کھڑا ہو جاؤں
کوئی پہلی سیڑھی پہ کوئی دوسری سیڑھی پر کوئی تیسری سیڑھی پہ تو اسی طرح قیامت کے دن پسینہ کے
دریا میں بھی تفاوت کے ساتھ غرق ہوگا، اعمال اچھے ہیں تو اعمال ان کے لئے مونڈھے بن جائیں گے۔

رسوائی اور ذلت کی روحانی اذیت | اور یہ تو جسمانی تکلیف ہے یہ تو بہت معمولی اذیت ہوتی
ہے۔ اصل اذیت تو روحانی ہے، کہ کسی کی عزت و آبرو چلی جائے۔ آج بھی دیکھا ہوگا کہ کسی کو بہت تکلیف
دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بازار میں ذلیل کر دو۔ وہ کہے گا تنہائی میں مار پیٹ بھی لو مگر خدا کے لئے لوگوں کے
سامنے مت ہلکا کرو۔ اس لئے کہ لوگوں کے سامنے عزت اور آبرو جاتی ہے۔

تو قیامت کے دن یہ ایک عجیب حالت ہے کہ جس نے جو بھی عمل کیا ہے وہ سر پر لدا ہوگا،
حضورؐ نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے فرمایا کہ اسے میری امت کہیں قیامت کے دن مجھے شرمندہ نہ کر دو۔
کہ اور لوگ تو نیک اعمال کی گٹھڑیاں اٹھائے ہوں اور دیگر انبیاء کی امتوں میں سے بعض کی ہزار ہزار سال
کی عبادت ہوگی۔ یہ حضرت موسیٰ کے امتی ہیں۔ یہ حضرت یوشع کے امتی ہیں، یہ حضرت یونس کے امتی
ہیں۔ یہ کسی اور نبی کے امتی ہیں، اس نے سو سال عبادت کی اس نے ۸۰ سال عبادت میں گذارے اور تم
میں سے جو نبی کریم کے امتی کہلاؤ گے کسی نے بھیڑ چوری کی کسی نے بکری کسی نے اونٹ کسی نے گائے کسی
نے زمین اٹھائی ہوگی کسی نے کپڑا چرایا، تو جھنڈا بن کر اس کے سر پہ لہرائے گا۔ کوئی کہے کہ یہ کون ہیں۔؟
یہ ہیں حضورؐ کے امتی، سر پہ چوری کا مال لدا ہوا ہے۔ زنا کی عملی شکل سر پر سوار ہے۔ تو جیسے چور پر چوری
ثابت کرنے کے لئے چوری کا مال بھی عدالت میں لاتے ہیں، اسی طرح وہاں بھی برائیاں متشکل ہو کر اس کے سر
پہ اس کے گلے میں لدی ہوں گی۔ تو حضورؐ کو ایسے امتیوں سے تکلیف کیوں نہ ہوگی۔ یہ دنیا میں دیکھتے
ہیں کہ عزت مند باپ شریف باپ کا بیٹا چوری میں پکڑا جائے، یا کسی بھی جرم میں، تو وہ غیرت دار والد
کہتا ہے کہ میں قارون کی طرح زمین میں دھنس جاؤں، زمین پھٹ جاتے اور مجھے اپنے اندر چھپا لے کاش!
میں اس سے پہلے مر چکا ہوتا۔ اب ایسا سفید پوش والد مسجد اور حجرہ میں جانے سے شرماتا ہے کہ لوگ کہیں
اس کے بیٹے کو زنا، قتل، جوا، چوری میں پکڑ لائیں اور کہہ دیں کہ یہ ہے تیرا بیٹا، تو باپ کی کیا حالت ہوگی۔؟
کتنی روحانی اذیت ہوتی ہے۔ تو دیکھو حضورِ اقدسؐ سے تو نسبی باپ کی کوئی نسبت ہی نہیں وہ تو ماں باپ

سے زیادہ قریب ہیں، وہ روحانی والد ہیں۔ وازواجہٗ امھاتھم۔ ان کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں۔ ایک قرأت ہے کہ وھوابٌ لھم کہ وہ امت کے والد ہیں۔ اور دیکھو والد کے ذریعہ ہمیں وجود ملا۔ مگر آج جو ہم بحمداللہ مسلمان ہیں، اسلام ہے، ایمان ہے، یہ نماز یہ روزہ یہ تقویٰ یہ حلال وحرام کی تمیز، یہ سب خوبیاں کس سے آئی ہیں۔؟ حضورؐ کی ذات بابرکات ہی سے امت کے تمام اخلاقی کمالات روحانی دینی، علمی کمالات امت میں حضورؐ ہی کے ذریعہ آئی ہیں تو وہ ہمارے روحانی والد ہیں تو ان کو قیامت میں ہماری رسوائی سے بہت بڑا صدمہ ہوگا، تو حضورؐ کو صدمہ پہنچنے کے علاوہ قیامت کے دن بُرے عمل والوں کی رسوائی بھی سارے اوّلین وآخرین کے سامنے ہوگی اور یہ رسوائی کی اذیت جسمانی اذیتوں سے بھی زیادہ ہوگی۔

ضرورتِ قیامت الغرض قیامت کا دن حق ہے۔ اس لئے کہ دنیا کا نظام تو سب کے لئے ہے۔ کافر اور مشرک بھی اس سے مشترکہ طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ آسمان، زمین، دریا، ہوا، بارش، گرمی، سردی سب چیزوں میں اشتراک ہے۔ اور اللہ تو عادل اور منصف ہیں۔ قیامت نہ ہوتی تو بظاہر یہ بات حیرت ناک ہوتی اور یہ عجیب انصاف ہوتا۔؟ کہ جب ہر چیز میں ظالم ومظلوم، عابد اور غیر عابد مومن اور کافر سب برابر کے حصہ دار بنے، تو انصاف کیا ہوا۔ تو اللہ نے اس کے لئے ایک وقت موعود مقرر فرما دیا جس میں حق وباطل کا امتیاز ہوگا۔ ظالم سے بدلہ لیا جائے گا، مظلوم کو اس کا حق دیا جائے گا۔ اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ کَانَ مِیۡقَاتًا۔ اسے یوم الفصل کہا گیا ہے۔ جیسا کہ کاشتکار ۶ ماہ گندم کی نگرانی اور تربیت کرتا ہے۔ بھوسہ اور گندم سمیت اسکی نگہداشت کرتا ہے۔ مگر جب وقت آجاتا ہے تو کٹائی کے بعد بھوسہ کو الگ کر کے پھینک دیا جاتا ہے۔ اور گندم کو بوریوں میں ڈال کر عزت اور حفاظت سے رکھ دیا جاتا ہے۔ بہرحال قیامت کے بارہ میں حضورؐ سے استفسار فرمایا گیا کہ کب ہوگا تو حضورؐ نے وقت کے تعین سے لاعلمی ظاہر فرما دی اور واضح فرما دیا کہ اس کا علم صرف خدا کو ہے اور اتنا مخفی رکھا ہے کہ فرماتے ہیں: ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا۔ گویا مبالغۃً فرمایا گیا کہ اکاد اخفیھا عن نفسی یہ اتنا مخفی علم ہے کہ گو اپنے نفس سے بھی اسے چھپاتا ہوں مگر چھپا نہیں سکتا۔ یہ مبالغۃ فی شدۃ الاخفاء ہے کہ اس کا علم کسی نجومی وغیرہ اور کسی نبی کو بھی حاصل نہیں۔ البتہ اسکی آمد یقینی ہے، مقصد یہ تھا کہ حاضرین اور مسلمان قیامت کے مسئلہ کے وقت کے بارہ میں جھگڑوں سے اپنے کو فارغ سمجھ لیں، البتہ اس کے محاسبہ اور شدائد کے پیش نظر دنیا میں اعمال وافعال کے ذریعہ اس کے لئے تیاری کریں۔ اور یہی چیز کارآمد ہوگی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بہترین کتابت و طباعت اور سنہری ڈائی دار جلد کیساتھ شائع ہوگئی ہے، آرڈر بک کرنیوالوں کے نام ترسیل شروع کردی گئی ہے۔

سترہ ابواب اور ۶۴۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں عصر حاضر کے تمدنی، معاشرتی، معاشی، سائینسی، اخلاقی، آئینی اور تعلیمی مسائل میں اسلام کا موقف موجودہ دور کے علمی و دینی فتنوں کا تعاقب اور نئے دور کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا جواب ایڈیٹر الحق کے بیباک قلم سے کتاب بیسویں صدی کے کارزار حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک ہے۔

چند اہم ابواب یہ ہیں:- ● بیسویں صدی کی مادہ پرست تہذیب اور عالم اسلام پر اسکے اثرات۔ ● عورتوں کے حقوق اور بے پردگی کا مسئلہ۔ ● خاندانی منصوبہ بندی ● عائلی قوانین ● تجدد اور استشراق کی تحریک اور فتنے۔ ● اسلام اور سائینس ● علمی و دینی فتنے ● قادیانیت ● فتنۂ انکار حدیث ● فتنۂ رفض و انکار صحابہؓ ● بہائیت ● اسلامی معاشیات ● قرآن کریم اور سیرت رسول ● اسلامی دستور اور قانون سازی ● اصلاح معاشرہ ● عروج و زوال ● عالم عرب کا المیہ ● پاکستان کا سیاسی و آئینی بحران ● حاملین علوم نبوت ● تعلیم و تربیت ● نظام و نصاب تعلیم —— ہر باب دسیوں ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے —— یہ کتاب آپکو ایمانی غیرت سے سرشار کریگی اور سینکڑوں مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر سے آپ کی رہنمائی بھی۔ قیمت اخراجات کے لحاظ سے بالکل مناسب صرف ۲۷ روپے علاوہ خرچہ ڈاک۔

مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)۔ پاکستان

- سامراج اور صیہونیت سے پون صدی کے روابط کی تاریخ
- صیہونیت اور مرزائیت کے باہمی روابط
- حقائق پر مبنی ایک مستند جائزہ

از ابو محمد شرہ

اسرائیل میں قادیانی مشن

عالمی صیہونیت اور اسرائیل سے پاکستانی مرزائیل ۔ مرزائیت ۔ کے روابط، اور افریقہ اور عالم عرب میں ان لوگوں کی شرمناک سازشیں، کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے۔ پچھلے دنوں اخبارات میں اسرائیل میں مرزائیوں کی ایسی سرگرمیوں کا چرچا ہوا، مگر افسوس کہ پاکستان کی وزارت امور مذہبی کے سربراہ نے بھی گول مول الفاظ میں اسکی تردید کرنا چاہی۔ پیش نظر مضمون میں اس موضوع پر الحق کے ایک خاص سپشلسٹ نے نہایت تحقیق سے روشنی ڈالی ہے۔ اور اسرائیل کے تاسیس سے نہیں بلکہ بیسویں صدی کے آغاز سے لیکر اب تک مرزائیوں کے عالمی سامراج اور صیہونیت سے روابط و علائق کو واشگاف طور پر واضح کیا ہے۔ اور یہ کہ اسرائیل مشن درحقیقت ربوہ اور اس کے خلیفہ کے ماتحت ہے ـــــ اگلی فرصت میں ہم اسرائیل میں موجودہ مرزائی سرگرمیوں، مقاصد اور عزائم کو انشاءاللہ بے نقاب کریں گے۔

" ادارہ "

گذشتہ چند سال سے قادیانیوں کے بین الاقوامی صیہونی تحریک کے ساتھ خصوصی تعلقات کو زیر بحث لایا جارہا ہے۔ اور ان کے استعمار پرور اسلام دشمن کردار کو بے نقاب کیا جارہا ہے تاکہ امت مسلمہ اس فتنہ سے پوری طرح آگاہ رہے۔ قادیانی جماعت نے اس سلسلے میں ایک خاص مقصد کے تحت چپ سادھ رکھی ہے۔ اور جب کبھی وضاحت کی ضرورت بھی پڑتی ہے، تو اسے گول مول طریقے سے بیان کیا جاتا ہے، تاکہ ان کی بین الاقوامی صیہونی تحریک کے لئے کئے جانے والی کاروائیاں متاثر نہ ہوں، عام مسلمانوں کے ذہنوں میں جو شکوک پیدا ہوں وہ بھی رفع ہوتے جائیں اور وہ الفاظ اور تاویلات کی بھول بھلیوں میں کھو کر حقائق سے آگاہ نہ ہونے پائیں۔

اس ضمن میں پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ قادیانی جماعت چاہے اسرائیل میں ہو یا جنوبی افریقہ میں وہ ہر طرح سے اپنے خلیفے کی تابع ہوتی ہے۔ خلیفہ کی طرف سے اسے جو ہدایات ملتی ہیں وہ ان پر پوری طرح

کاربند ہوتی ہے، خلیفہ اپنے طور پر امیر جماعت، مربّی وغیرہ مقرر کرتا ہے۔ جو اس کے احکامات جماعت تک پہنچاتے ہیں، کسی ملکی یا بین الاقوامی مسئلے کے بارے میں اصل پالیسی خلیفہ وضع کرتا ہے۔ کیونکہ وہ قادیانیوں کے نزدیک خدا کا انتہائی مقرب، صاحب الہام و وحی اور روح القدس کا تائید یافتہ ہوتا ہے وہ معصوم عن الخطاء اور حجۃ اللہ فی الارض ہے۔ اس کا حکم چاہے وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو ہر حال میں ماننا لازمی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اسرائیل میں قادیانی جماعت خلیفہ ربوہ مرزا ناصر احمد کی پالیسی پر کاربند ہے۔ اسی کے اشارے پر مذموم کارروائیوں میں ملوث ہے۔ اور اسی کو گرانقدر عطیات بھیجتی ہے، قادیانیوں کے حساب کتاب کی کتب میں فلسطین مشن کی مد میں ان کی آمدنی دکھائی جاتی ہے۔ اس وضاحت سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اسرائیل میں قادیانی مشن چاہے وہ برائے نام طور پر بھارت مشن یا لندن مشن کے تحت ہو دراصل وہ ربوہ مشن اور اس کے خلیفہ کے ماتحت ہے۔ اور اگر وہ اسرائیل کے قیام میں کوشاں رہا ہے، تو یہ خلیفہ (اس وقت مرزا محمود خلیفہ تھا۔) کے ایماء پر تھا، اگر اس نے عرب فلسطینیوں کے خون سے ہولی کھیلی ہے۔ ان کی جائیدادوں پر قبضے کئے ہیں، انگریز اور یہود سے ملکر ان کی حریت پسندانہ تحریکوں کو کچلا ہے، عرب ممالک میں جاسوسی اور تخریب کاری کی ہے۔ اور صیہونیت کے فروغ میں حصہ لیا ہے، تو یہ سب کچھ خلیفہ کی مرضی سے ہوا۔ ایسے ہی عرب اسرائیل جنگوں میں یہود کی طرف سے خصوصی خدمات انجام دینے کا فریضہ ادا کیا گیا اور سچ تو یہ ہے کہ عرب ممالک کے سیاسی انقلابات، نہر سویز کے بحران، فوجی فسادات اور باہمی آویزش کے واقعات میں سامراج اور صیہونیت کے ساتھ ساتھ قادیانی تحریک کا قابلِ نفرت کردار بھی صاف دکھائی دیتا ہے، اسی لئے قوم اس عظیم بین الاقوامی صیہونی ایجنسی کو جو نئی نبوت اور انگریز سے وفاداری کے اصول پر قائم کی گئی انتہائی تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اور بارہا مطالبہ کر چکی ہے، کہ قادیانیوں کے مذموم عزائم کی روک تھام کے لئے نہایت منظم کوشش کی جائے۔

اسرائیل میں قادیانی تحریک پر روشنی ڈالنے سے پہلے تھوڑا سا اس تحریک کے مزاج کو ذہن میں رکھیں اور ساتھ ہی ساتھ اس پس منظر کو پیش نظر رکھیں جس نے اس تحریک کو جنم دینے اور موجودہ شکل اختیار کرنے میں مدد دی۔

۱۔ ۱۸۵۸ء میں برطانیہ میں یہودی اثر و نفوذ نے کافی زور پکڑا اور پارلیمنٹ سے ایک بل پاس کروالیا گیا جسے "رسل اوتھ بل" کہا جاتا ہے جسکی رو سے یہودیوں کو پارلیمنٹ میں داخلہ مل گیا اور وہ قومی زندگی میں آنے، الیکشن لڑنے اور اپنی حیثیت منوانے کے قابل ہو گئے۔

۲۔ انگلستان میں انیسویں صدی کے نصف کے بعد یہودی وزرائے اعظم سیاست پر چھائے رہے۔ ان میں یہودی قوم پرست وزیر اعظم ڈسرائیلی جو "یہودی بچہ" (JEW BOY) کے نام سے مشہور تھا۔

گلیڈسٹون (۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۶ء) جو اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا، اور سالبری (۱۸۹۵ء تا ۱۹۰۲ء) جو یہودی تحریک کا ٹپہ زور وکیل تھا، شامل ہیں۔ یہ لوگ برطانیہ اور اسکی نوآبادیات میں یہودی گروہوں، یہود کے مقاصد کی علمبردار تحریکوں اور یہودی فلسفہ وفکر کو ترویج دینے میں مصروف اداروں کی سرپرستی کرتے رہے۔ انہوں نے سول سروس کے اہل کاروں اور خفیہ تنظیموں اور انٹیلی جنس کی مدد سے ان نوآبادیات میں جیوش لابی (JEWISH LOBBY) تیار کی اور ہر اس تحریک کی پشت پناہی کی جو دینی طور پہ یہودی عقائد کیطرف لے جائے اور سیاسی سطح پہ انگریز کی توسیع پسندانہ پالیسی خاص طور پہ مسلمانوں اور ترک خلافت کی پامالی میں مددگار ثابت ہو۔ آپ کو یاد ہوگا کہ علامہ اقبالؒ نے قادیانیت کا محاسبہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ یہ تحریک یہودیت کی طرف رجوع ہے۔ اور سامراج کی ذیلی شاخ ہے۔[1]

۳۔ ۱۸۹۵ء میں جب کہ قادیانی تحریک کی نیو اٹھائے ہوئے تقریباً دس سال گزر چکے تھے دیانا کے ایک یہودی صحافی ڈاکٹر ہرزل نے بیل (سوئٹزرلینڈ) میں عالمی صیہونی کانفرنس بلائی اور فلسطین میں جو عثمانی سلطنت کا حصہ تھا، یہود کے وطن کے قیام کی تحریک صیہونیت کی داغ بیل ڈال دی[2] اس نے ترک خلیفہ سلطان عبدالحمید ثانی کی خدمت میں پچاس لاکھ روپے کا عطیہ دینے کی درخواست کی اگر وہ فلسطین میں یہود کو بسانے کے مطالبہ کو مان لیں، لیکن انہوں نے سختی سے انکار کر دیا[3] ان حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ یہودی اپنے سرمائے، انگریز کے سیاسی اقتدار اور یہود کی عالمی تنظیموں کے ذریعے عثمانی حکومت کا تختہ الٹ کر اسے انگریز کے سامراجی تسلط میں لائیں اور پھر اپنی مملکت قائم کریں۔

۴۔ برطانوی سیاست میں یہودی اثر ونفوذ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں مشہور یہودی قوم پرست بالفور وزیر اعظم بنا، اسی شخص کی مذموم کوششوں سے ۱۹۱۴ء میں علیحدہ یہودی وطن کی تشکیل کی برطانوی پالیسی کا اعلان ہوا اور عربوں کی وحدت کے خلاف کام کرنے والے اداروں کو ہر قسم کی مالی امداد دینے کے خفیہ فنڈ قائم ہوئے۔ اس پس منظر کے بعد اب ہندوستان کی سیاست پر نگاہ ڈالیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمان گوناگوں مشکلات کا شکار تھے۔ پنجاب برطانوی سامراج کا ایک اہم اڈہ تھا اور یہاں کئی غدار خاندان موجود تھے جن کا ذکر سرلیپل گرفن کی کتاب پنجاب چیفس میں موجود ہے۔ غدار ابن غدار خاندان کا ایک شخص مرزا غلام احمد جو سیالکوٹ کچہری میں عام ملازم تھا، اور مختاری کا امتحان

---

[1] حرف اقبال مؤلفہ لطیف احمد شروانی۔ [2] CECIL ROTH, HISTORY OF THE JEWS, N.Y. 1969

[3] ایضاً

پاس کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا، انگریز کو بار بار لیٹیات لکھتا ہے اور نہایت ہی شرمناک حد تک خوشامدانہ انداز میں درخواست کرتا ہے۔ کہ اس کے باپ مرزا غلام مرتضےٰ نے ــــــــــــــــــ پچاس سواروں سے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی اس کے بھائی غلام قادر نے انگریز فوج کے لئے جان دی[۴] اس لئے اسے اس غداری کا صلہ ملے اور اسی "جوشِ وفاداری" میں انگریز کے خلاف علماء اور عام مسلمانوں کے مہدی اور جہاد کے عقائد کا خاتمہ کرنے کے لئے کتاب براہین احمدیہ تصنیف کرتا ہے۔

ڈاکٹر بشارت مرزائی لاہور اور مرزا کے دیگر سوانح نگاروں کی تحریرات سے مرزا کے مغل برلاس خاندان کا پتہ چلتا ہے[۵] اور ایسا دکھائی دیتا ہے کہ مغل شہنشاہوں اور ہفت ہزاریوں نے جو غیر مسلم خواتین کو داشتہ رکھا ہوتا تھا ان کی دھوپ چھاؤں کی اولاد بعد میں نسلی تفاخر کے پیش نظر اپنے آپ کو برلاس خاندان کی خصوصی شاخ قرار دینے لگی۔ بہرحال یہ شخص آہستہ آہستہ انگریز کی مدح، مسلمانوں سے غداری، عربوں سے دشمنی، علماء اسلام کی تحقیر، غیر از اسلام افراد اور ان کے مذاہب پر بے سروپا اعتراضات اور جوابا اسلام کو بدنام کرنے کے مذموم افعال کا ارتکاب کرتا ہے۔ مجدد، مہدی، مسیح اور نبی بن کر ملتِ اسلامیہ کو دولخت کر دیتا ہے۔ اس کے ساتھ کشمیر کا سابق شاہی طبیب نورالدین بھیروی ہے۔ جس کو برطانوی سامراج کی جاسوسی کی پاداش میں مہاراجہ کشمیر نے سٹیٹ بدر کر دیا تھا[۶] انگریز اپنی انٹلی جنس کے ذریعہ ایک تو اس کا لٹریچر وسیع پیمانے پر پھیلاتا ہے، دوسرے اسکی مالی پشت پناہی کرتا ہے۔ سامراج کے چند پٹھو جیسے خواجہ کمال الدین، مولوی محمد علی ڈاکٹر بشارت احمد، مولوی سرور شاہ، مولوی عبدالکریم وغیرہ اس کے گرد جمع ہو کر سامراجی مقاصد کی تکمیل میں مدد دیتے ہیں۔ اور اس تحریک کو آگے بڑھاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ قادیانیت کی ابتدائی ترقی میں برطانوی سول سروس کے یہودی افسروں کو بڑا دخل ہے۔ انہوں نے اس تحریک کو نہایت منظم طور پر اسلامی عقائد و فلسفہ، اور حریت پسندانہ اسلامی تحریکات کے خلاف اور عثمانی حکومت کی بربادی کے لئے استعمال کیا۔ ان سب حقائق کو باقاعدہ تاریخی شواہد کے ساتھ پیش کیا جائے گا، تاکہ کوئی شک باقی نہ رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قادیانی لٹریچر بذاتِ خود شواہد و حقائق کا ایک انبار ہے، لیکن ہم اس میں سے چند حقائق نمونے کے طور پر پیش کر کے اصل موضوع کیطرف آتے ہیں۔

۱۔ مرزا قادیانی نے ہندوستان میں انگریزی اقتدار کی حمایت وجواز اور عرب ممالک میں ان کے عہدِ رحمت دور کو پیش کرنے کے لئے لاکھوں روپے کے اشتہارات عربی، فارسی، انگریزی میں تقسیم کرائے[۷]

---

[۴] شہادۃ القرآن، مرزا غلام احمد

[۵] تاریخ احمدیت جلد اوّل مؤلفہ دوست محمد قادیانی

[۶] تاریخ احمدیت جلد ششم۔

[۷] ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت مؤلفہ میر قاسم قادیانی جلد اوّل تا نہم۔

فرض کیا کہ ہندوستان میں ان سیاسی حالات میں جو ۱۸۵۷ء کے بعد رونما ہوئے جہاد کرنا منع تھا، لیکن ہم شیخ کلیسا نواز سے یہ پوچھتے ہیں کہ اسلامی ممالک میں انگریز اور دیگر سامراجی طاقتوں کے خلاف جہاد کو کیوں روکا گیا۔ اور ان کو انگریز کی اطاعت کی کیوں ترغیب دی گئی، اس سلسلے میں سب سے پہلے ترکی سلطنت کی تباہی کا مذموم پروپیگنڈا کیا گیا۔ اور یہودی ڈاکٹر ہرزل کے خصوصی فرزند کا کردار ادا کیا گیا۔ ہندوستان میں ترک سفیر حسین کامی کو مرزا نے ایک ملاقات میں پہلے تو انگریز کی اطاعت کا درس دیا اور جب انہوں نے سامراج کے اس سیاسی دلال کو سامراجی پرستی سے منع کیا۔ تو یہ گالی گلوچ پر اتر آیا۔ برطانوی استعمار کا سیاسی گماشتہ مرزا کذاب سفیر ترکی کو کہتا ہے :

"میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گذاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے۔ اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے۔ اور ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ ----میں نے کئی اشارات سے اس بات پر زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصور وار ہے۔ اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔" [۸]

ایک طرف صیہونی رہنما اپنے پلیٹ فارم سے ترکی کے خلاف زہر اگل رہے تھے تو دوسری طرف مرزا کے پروپیگنڈے کو پھیلانے اور بیرونی دنیا پر یہ ظاہر کرنے میں لگے تھے کہ خود ہندوستان کے مسلمانوں کے "لیڈر" ترکوں کے خلاف ہیں۔ مرزا نے تریاق القلوب نامی کتاب میں بھی ترکوں کے خلاف زہر افشانی کی ہے۔ اور براہ راست یہودی کاز کو تقویت بہم پہنچائی ہے۔

ب۔ فکری محاذ پر یہودی مصنفین نے ۱۹ ویں صدی کے اواخر میں ایک تحریک کی بنیاد ڈال دی تھی، جسے اینگلو اسرائیلزم کہا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یورپی اقوام کو یہ بتانا تھا کہ یہود سینکڑوں سالوں سے گمشدگی کی زندگی گذار رہے ہیں، اور کئی قبائل وقت کے ساتھ ساتھ دوسری اقوام میں مل گئے ہیں [۹] اس لئے باقی یہود کو بچانے اور ان کے ملی تشخص کو قائم کرنے کے لئے فلسطین میں ایک ملک قائم کرنا ضروری ہے۔ یہ لوگ صیہونیت کے فکری معمار تھے اس مہم پر مرزا نے خوب کام کیا، اس نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰؑ ہندوستان آئے، کیونکہ بنی اسرائیل کے گم شدہ قبائل جو آجکل کشمیری پٹھان اور دیگر اقوام پر مشتمل ہیں ادھر آئے تھے، اور

---

[۸] تبلیغ رسالت جلد ششم، قادیان ص ۱۱۴ — [۹] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اینڈ ایتھکس، زیر لفظ اینگلو اسرائیلزم۔

واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰؑ ان کو تبلیغ کرتے ہوئے طبعی موت مرے اور کشمیر میں مدفون ہوئے، اس نظریئے کو یہودیوں نے مواد مہیا کیا۔ حضرت عیسیٰؑ کی عام وفات اور ان کے مصلوب ہونے لیکن بیہوشی کے عالم میں اتار لئے جانے اور صحت یاب ہوکر ہندآنے کا" انکشاف" چونکا دینے والا تھا[۱۰] جس سے عیسائی دم بخود رہ گئے اور اس نظریئے میں دلچسپی لینے لگے، لیکن ساتھ ہی ساتھ یورپ کے یہودی اس مواد کو صیہونیت کے لئے اس رنگ میں استعمال کرتے ہیں کہ کشمیری، افغان وغیرہ یہود کے گم شدہ قبائل کی اولاد ہیں، اور اس کا اعتراف خود ہندوستان کے لوگ کرتے ہیں، اس لئے بچے کھچے یہود کو علیحدہ وطن دلایا جائے، وگرنہ یہ بھی ختم ہوجائیں گے۔ اس ضمن میں آپ مولوی شیر علی قادیانی، مفتی محمد صادق قادیانی اور خاص طور پر خواجہ نذیر مرزائی لاہوری[۱۱] ممتاز فاروقی مرزائی وغیرہ کی کتب اٹھاکر دیکھیں اور انیگلو اسرائیلزم کے مبلغین کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ یہ ایک دوسرے کا چربہ معلوم ہوں گی سوائے اس کے کہ مرزا نے یہودی حضرات کے کفن مسیح وغیرہ کے مفروضوں کو اس میں شامل کردیا ہے قبر مسیح کے ڈھونگ کے بارے میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں زیر لفظ" یوداسف" بہترین مواد موجود ہے، اور اس سے کذاب قادیان کے اس نظریئے کی دھجیاں بکھر جاتی ہیں۔ جو اس کو خدا نے بتایا، اور ثابت ہوجاتا ہے کہ مرزا مفتری اور کاذب تھا۔

قادیانیت کے صیہونیت نوازکردار کے بارے میں ایک اور ثبوت دے کر ہم اسرائیل کے قیام میں ان کی "مساعی" کو بیان کریں گے۔

انگلستان میں یہودی وطن کی تحریک کی گونج امریکہ میں ایک شخص جان ڈوئی کی کارگزاری کی شکل میں ملتی ہے جس نے تھیوڈر ہرزل کی عالمی صیہونی تحریک کو نظر انداز کرکے مشی گن امریکہ میں ایک یہودی سٹیٹ کی بنیاد رکھدی جسکا نام صیہون رکھا۔[۱۲] اس تحریک کا ہرزل کے پیروکار اصل صیہونیوں نے شدید نوٹس لیا اور ڈوئی کی ہلاکت اور اس کے منصوبے کی ناکامی کے لئے امریکی حکومت سے سیاسی دباؤ ڈالنا شروع کیا لیکن بعض امریکی یہودی فلسطین میں یہودی وطن کے قیام کو ناممکن سمجھتے ہوئے امریکہ میں ایک عبوری مملکت کے قیام پہ اتفاق کرنے لگے۔ یہ بات برطانیہ کے سیاسی مفاد کے بھی خلاف تھی جو یہودیوں کی مدد سے مشرق وسطیٰ پر قبضہ جمانا چاہتا تھا۔[۱۳] اس وقت برطانوی سول سروس کے یہودی اکابرین نے مرزا کی خدمات حاصل کیں اور مرزا کو ڈوئی کے ساتھ مذہبی بحث میں الجھانے کے لئے امریکی اخبارات میں خوب مواد شائع کیا۔ مرزا نے اس کے شہر

---

[۱۰] مسیح ہندوستان میں، از مرزا غلام احمد۔ [۱۱] جینزس ان ہیون آن ارتھ۔ [۱۲] انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا، زیر لفظ جان الیگزینڈر ڈوئی۔ [۱۳] جارج کرک، اے شارٹ ہسٹری آف مڈل ایسٹ لندن ۱۹۶۱۔

کی تباہی، اسکی ہلاکت وغیرہ کی پیشگوئیاں کر کے مذہبی سطح پہ یہودیوں کے ڈوبتی پہ اعتماد کو دھچکا پہنچایا [۱۴] اور اس طرح مرزا کے مناظرانہ حملوں اور پیشگوئیوں نے امریکہ میں اسرائیل کے قیام کو روک کر عرب کے سینہ میں قائم کرنے میں مدد دی اور یہ کارنامہ اسرائیلی تحریک کا حصہ بن گیا۔

مرزا نے اپنے دورِ ضلالت میں اور کن کن طریقوں سے یہودیت اور صیہونی تحریک کی معاونت میں حصہ لیا۔ اس خونچکاں داستان کے بہت سے پہلو ہیں جن کو چھوڑ کر مرزا کے خلیفوں کی اسرائیل کے قیام میں کی جانے والی کوششوں کو بیان کرتے ہیں۔

مرزا کے ۱۹۰۸ء میں واصلِ جہنم ہونے کے بعد مولوی نورالدین خلیفہ بنا۔ جو برطانوی جنس کا کارندہ تھا اور جاسوسی کی بناپر کشمیر بدر کیا گیا تھا، اس نے مرزا کی اسلام اور عرب دشمن پالیسی کو آگے بڑھایا۔ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے لیبیا پر چڑھائی کی اور بلقانی ریاستیں برطانوی اشارے پر ترک کے ساتھ نبرد آزما ہوئیں تو ہندوستان کے مسلمان ترکوں کی حمایت میں صف آراء ہو گئے۔ مولانا آزادؒ کے الہلال مولانا ظفر علیؒ کے زمیندار نے زبردست تحریک چلائی، علی گڑھ کے طلباء نے چندے جمع کئے، طبی وفد روانہ کئے گئے اور ہر طرح سے ترکوں کی حمایت میں کام ہونے لگا، لیکن لندن میں برطانوی سامراج کا دلال خواجہ کمال الدین ترکوں کی مذمت کرنے میں مصروف رہا اس نے اعلان کیا کہ مرزا کذاب کی کتاب نشانِ آسمانی کے تحت مہدی کے ظہور کے وقت ترکی سلطنت ضعیف ہو جائے گی اور عرب اس سلطنت کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں گے۔ سو یہ سب کچھ بقول خواجہ کمال الدینؒ احمد نبی نے نو سال پہلے فرما دیا تھا" [۱۵] عین یہی موقف اور پالیسی صیہونیوں کی تھی۔ انگلستان میں یہودی تنظیموں سے رابطہ اسی خواجہ کمال الدین نے پیدا کیا اور یہ بات خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ نورالدین کے دور میں قادیانی تحریک کو دیگر سامراجی ذرائع کے علاوہ JEWISH NATIONAL FUND سے بھی خطیر رقم ملتی تھی۔ یاد رہے یہ فنڈ بیسل کانفرنس میں ہرزل نے قائم کیا تھا تاکہ صیہونیت کی مالی اعانت کے ذرائع پیدا کئے جائیں۔

۱۹۱۴ء میں نورالدین کے جہنم رسید ہونے کے بعد مرزا کے بیٹے بشیرالدین محمود نے قادیان کی گدی سنبھالی۔ یہ زمانہ عربوں کے لئے بہت کٹھن دور کی حیثیت رکھتا تھا۔ ترکی خلافت کو تباہ کرنے میں انگریز نے یہودی رہنما بن گوریان اور اسکی صیہونی جماعت کے سرکردہ افراد کے ساتھ باقاعدہ تحریری ساز باز کر کے فلسطین میں یہودی وطن کے قیام کے مطالبے کو تسلیم کر لیا۔ یہودی نژاد برطانوی بنکار لارڈ راتھ چائلڈ کو ۱۱۷ الفاظ پر مشتمل ایک خط میں آرتھر بالفور نے جو لائڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ کا فارن سیکرٹری تھا بتایا کہ ملکہ عالیہ کی حکومت نے یہود

---

[۱۴] حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد [۱۵] تاریخ احمدیت جلد چہارم، ربوہ ص ۴۶۵

کے وطن کے قیام کے مطالبے کو مان لیا ہے[126] یہ اس موقع پہ اعلان ہوا جب برطانیہ جرمنی کے اتحادیوں یعنی ترکوں سے فلسطین چھین کر اس پہ قابض ہونے کے مراحل طے کر رہا تھا۔ بالفور کے اس اعلان کی روشنی میں لیگ آف نیشنز نے فلسطین کو جنگِ عظیم کے بعد برطانوی کنٹرول میں دے دیا۔

۱۹۱۴ء میں جنگِ عظیم اوّل شروع ہوئی اس وقت مرزا محمود نیا نیا تختِ خلافت پہ بیٹھا تھا، اس نے فوراً صیہونی یہود کی بلا واسطہ حمایت میں ایک عربی ٹریکٹ " الدین الحی " تصنیف کیا، جس میں بقول مؤلف تاریخ احمدیت مرزا کی وحی کی روشنی میں ثابت کیا کہ ترک مغلوب ہوں گے، اور سخت شکست کھائیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ عربوں کو مرزا کے دعوے پہ ایمان لانے کی " پرزور دعوت دی "[127] یہ پمفلٹ لاکھوں کی تعداد میں صیہونی یہود نے عرب ممالک اور ترکی میں پھیلایا اور ترکوں کے لئے پائے جانے والے مسلمانانِ ہند کے جذبات کے رد میں اسے استعمال کیا اور بتایا کہ ہندوستان کے بڑے بڑے " مسلمان " ترکوں سے بدظن ہیں اور اس سلطنت کو ختم کر کے برطانوی اقتدار میں لانے کے حامی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ترک خلافت کے لئے نہایت ہی ذلیل پروپیگنڈے کی بنیاد ڈالی۔ ترکی خلافت کو محمودی خلافت کے سامنے باطل قرار دیا گیا۔ اسے اسلام کے لئے انتہائی مضر، بداعمالی اور بدکرداری کا مجسمہ بتایا گیا۔ مرزا محمود نے اپنی تقاریر اور قادیانی کے صیہونی گماشتوں نے الفضل میں بار بار اعلان کیا کہ ترکی خلافت کا مرزا کی پیش گوئی کے مطابق خاتمہ لازمی ہے۔ جنگِ عظیم میں بھی قادیانی کردار کسی سے چھپا نہیں، انہوں نے استعماری قوت کی مالی جانی ہر طرح مدد کی اسکی توسیع پسندی کو اپنے سلسلہ کی ڈھال اور تبلیغ کے نئے نئے امکانات کا مژدہ قرار دیا۔ مرزا محمود کہتا ہے کہ " جو گورنمنٹ ایسی مہربان ہو اسکی جس قدر فرمانبرداری کی جائے تھوڑی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھ پہ خلافت کا بوجھ نہ ہوتا تو میں موذن بنتا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر میں خلیفہ نہ ہوتا تو والنٹیر ہو کر جنگِ یورپ میں چلا جاتا۔ "[128]

غرض صیہونی یہود کے مضبوط دستے اور سامراج کی ذیلی تنظیم کے طور پہ قادیانیوں نے ترکوں کی تباہی، خلافت کے خاتمے اور فلسطین اور دیگر ممالک میں برطانوی راج کے قیام کے لئے ہر ممکن کام کیا۔ عرب ریاستوں کے سقوط پہ خوشیاں منائیں، چراغاں کیا اور کہا کہ ہم احمدیوں کو اس فتح سے کیوں خوشی نہ ہو عراق عرب ہو یا شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں "

---

[126] سٹیین لیونارڈ، دی بالفور ڈیکلریشن لندن ۱۹۶۱ء [127] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۱۶۹

[128] تفصیلات علامہ الیاس برنیؒ کی کتاب قادیانی مذہب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

ترکی خلافت، عرب ممالک کے سقوط اور سامراجی حمایت کے بارے میں قادیانی مؤقف مرزا محمود کی کتب "ٹرکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض (۱۹۱۹ء)، معاہدۂ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ (۱۹۲۰ء) وغیرہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ دلچسپ امر یہ ہے، ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو قادیانی جماعت کے ۱۵ ممبروں نے سرایڈورڈ میکلیگن لیفٹننٹ گورنر پنجاب کو ایک ایڈریس پیش کیا جس میں جماعت کی نہایت سچی وفاداری، اطاعت اور خدمت کا اعلان کیا گیا اور کہا گیا کہ احمدیوں کے دینی خلیفہ مرزا محمود اور دنیاوی سلطان اور بادشاہ ملک معظم جارج پنجم ہیں۔ اس لئے ان کا ترکوں سے نہ تو کوئی مذہبی تعلق ہے اور نہ سیاسی۔[19]

بین الاقوامی سطح پر قادیان کے لندن مشن کے انچارج مولوی سرفراز علی نے ایک مضمون انگلستان پریس میں چھپوایا جس میں کہا کہ "بیت المقدس کے داخلے پر (جب کہ) اس ملک (انگلستان) میں خوشیاں منائی جارہی ہیں، قادیانی اعلان کرتے ہیں کہ یہود کو وعدہ کی زمین ملنی ضروری تھی۔ مسلمانوں نے چونکہ ایک نبی کا انکار کیا اس لئے اسکا ان کے ہاتھ سے اس زمین کا چھن کر سلطنت برطانیہ کے پاس جانا ضروری تھا۔ اور اس سے بہتر کوئی حکومت مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔"

اس مضمون کو قادیانی مبلغ نے لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان (۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۲ء) کو بھیجا اور اس کے سیکرٹری نے جواباً تعریفی خط لکھا۔ یاد رہے اسی شخص کے دور وزارت میں یہود کے وطن کے قیام کی پالیسی کو سرکاری طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا۔

برطانیہ کے قبضے کے وقت فلسطین کی آبادی سات لاکھ تھی اس میں سے تقریباً سات فیصد آبادی یہودی تھی، بہت سے یہود عرب نسل سے تھے اور مذہباً یہودی تھے اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے ساتھ پرامن رہ رہے تھے، فلسطین کا کل رقبہ دس ہزار مربع میل تھا۔ اس کا دو فیصد کے قریب یہودیوں کے قبضے میں تھا۔ جو انہوں نے ترک حکومت اور دیگر طریقوں سے حاصل کیا تھا۔ جنگ عظیم اول کے بعد برطانوی سامراج نے لیگ آف نیشنز سے فلسطین کے انتداب کا حق لے کر جو دراصل جابرانہ قبضہ کرکے یہود کو بسانے کا حربہ تھا۔ عربوں پر بے پناہ ظلم و ستم کا آغاز کر دیا۔ اس کے لئے اوّل تو عربوں کو حکومت اور بڑے انتظامی عہدوں سے نکال دیا گیا اور تمام بڑے عہدے برطانیہ اور یہودی سول سرونٹس کو دے دئے گئے۔ اس کے بعد انتداب کے دوران مقرر ہونے والے ہائی کمشنر جو یہودی یا یہود نواز انگریز تھے۔ انہیں کھلی چھٹی دی گئی کہ عربوں پر ظالمانہ احکامات نافذ کریں۔ ان کو گھروں سے نکال کر ان کی زمینوں پر یہود کو بسانے اور انہیں

---

[19] تفصیلات علامہ الیاس برنیؒ کی کتاب "قادیانی مذہب" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

جدید ترقیات سے بیگانہ کرنے کے تمام طریقے اختیار کریں ۔ نقل وطن ، ٹریول اور قومیت کے محکموں پر یہودیوں کا قبضہ تھا ۔ اور کوئی عرب ان میں ملازمت حاصل نہ کر سکتا تھا اس زمانے میں یہود کو بسانے کا کام اتنے وسیع پیمانے پر ہوا کہ یہود کی آبادی جو ۱۹۱۸ء میں کل آبادی کا سات فیصد تھی چند سالوں میں بیس فیصد کو پہنچ گئی ، اور ۱۹۴۷ء میں ۴۰ فیصد ہوگئی جب کہ فلسطینی عربوں کے ظالمانہ انخلاء سے ان کی آبادی میں شدید کمی ہوگئی ۔ زراعت کے سلسلے میں بھی عرب کسانوں کو نہ تو قرضے دیئے جاتے ۔ اور نہ ہی دیگر سہولیات دی جاتیں بلکہ ان پر کل پیداوار کا ۳۵ فیصد بطور ٹیکس عائد تھا ، لیکن ان کی چھینی ہوئی زمینوں پر بسنے والے یہودی ٹیکس سے مستثنیٰ تھے اور انہیں ہر سہولت دی گئی تھی ۔[20]

اس زمانے میں (۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۷ء) تک کٹ پتلی عدالتوں نے ٹیکس کی عدم ادائیگی کی آڑ میں ہزاروں عربوں سے زمین چھین چھین کر یہودیوں کے ہاتھ محض دکھاوے کی قیمت پر فروخت کیں اور وہ رقم بھی صیہونی فنڈ سے ادا کی گئی ، یہودیوں کو لگان بھی معاف تھا ، ۱۹۴۳ء تک عربوں پر عائد ٹیکس میں چار گنا اضافہ کر دیا گیا ۔ اور یہود کے لئے یہ شرح چھ فیصد سے گرا کر دو فیصد کر دی گئی ۔ ان اقدامات کے ساتھ ساتھ برطانیہ نے صیہونیوں کو فوجی اور نیم فوجی دستے بنانے کی اجازت دے دی جو سکاؤٹس گروپ یا سپورٹنگ کلبوں کی صورت میں کام کرتے اور باقاعدہ اسلحہ سے لیس ہوتے ۔ بیرونی آباد کاروں کو تحفظ دینے کی آڑ میں یہودی "دفاعی تنظیم" JEWISH DEFENCE GUARD قائم کر کے نہایت ہی سفاکانہ طور پر عرب مہاجرین کے خون سے ہولی کھیلی گئی ، اس کے علاوہ وقت کے ساتھ ساتھ بیشمار خفیہ دہشت پسند تنظیمیں قائم کی گئیں جن میں سے بدنام ترین ہگانہ (HAGANAH) ہوم گارڈ (HOME GUARD) ، ارگن (IRGUN) پالماخ (PALMACH) اور سٹرن (STERN) تھیں ۔ فلسطینی مہاجرین سے اسلحہ چھین لیا گیا اور انہیں کسی قسم کا ہتھیار رکھنے کی اجازت نہ تھی ۔[21]

ان انتہائی نامساعد حالات اور ظلم و ستم کے دور میں جب کہ فلسطینی مہاجرین موت اور زندگی کی کشمکش میں گرفتار تھے ۔ مرزا محمود نے ۱۹۲۴ء میں اعلان کیا کہ وہ ایک مذہبی کانفرنس میں شمولیت کے لئے لندن جا رہے ہیں ، جسکا اہتمام لندن یونیورسٹی کے شعبہ علوم شرقیہ نے کیا ہے ۔ مرزا محمود نے مسیح علیہ السلام کے ۱۲ حواریوں کی طرز پر ۱۲ قادیانی ساتھ لئے اور مشرقِ وسطیٰ کے راستے لندن یاترا اپنے ابا کے سیاسی سرپرستوں

---

[20] عرب اینڈ اسرائیل ، منورما دیوان ۔

[21] ایضاً ۔ نیز دیکھیں اے ہسٹری آف پیلسٹائین مؤلفہ جے ۔ ڈبلیو پارکس ، لندن ۱۹۵۶ء

سے ملنے چلے۔ جب دمشق پہنچے تو وہاں ایک پریس کانفرنس بلائی اس میں ایک عربی اخبار کے نمائندے نے سوال کیا: "الخلافۃ الاسلام کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے" مرزا محمود نے جواب دیا: "میں کسی کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھتا وہ خلیفہ اسلامی جس کی اتباع تمام مشرقی مغربی دنیا پر فرض ہے وہ میں ہوں"

ایک اور سوال کے جواب میں کہ "مشن کا مستقبل کیا ہے اور آپ کا سلسلہ ان کی حالت سیاسیہ میں کیا اثر ڈالے گا۔" اس نے جواب دیا کہ "ہم سیاست میں حصہ نہیں لیتے اور ان کا سلسلہ دنیا میں پھیل جائے گا۔[22]

یہودیوں نے مرزا محمود کی خوب آؤ بھگت کی فلسطین کی سپریم کونسل کے صدر نے اس کے اعزاز میں ایک پارٹی دی[23] جس میں اس یہودی گماشتے نے اعلان کیا کہ یہودی ضرور اپنا علیحدہ وطن بنانے میں کامیاب ہوں گے۔ اور قرآن کی پیش گوئیوں اور مسیح موعود کے الہامات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہودی ضرور اس ملک میں آباد ہوں گے[24] یہ اعلان عرب حریت پسندوں کے لئے نہایت پریشان کن تھا، انہوں نے علمائے حق کے ایک گروہ کی سرکردگی میں قادیانی عقائد کی قلعی کھولنے اور ان کے برطانوی اور یہودی طاقتوں کے حاشیہ بردار ہونے کے اسلام دشمن مسلک کو بے نقاب کیا۔ ۱۹۲۴ء کے قادیانی پرچے ریویو انگریزی نے ستمبر ۱۹۲۴ء کی اشاعت میں لکھا کہ: "مولویوں نے فساد پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن نوجوان نسل نے ان کی نہ سنی۔" حالانکہ نوجوان نسل نے ہی سب سے اہم کردار ادا کیا۔ اور مرزا محمود کی آمد پر مظاہرہ کیا۔

فلسطین کے گورنر جو ہائی کمشنر کہلاتے تھے اور جن کی سفاکی اور عرب دشمنی کی داستان ہم نے بیان کی ہے ان کے ساتھ مرزا محمود کے خصوصی روابط تھے۔ ۱۹۲۴ء میں ایکٹنگ کمشنر فلسطین سر گلبرٹ کلیٹن نے مرزا محمود سے خفیہ ملاقات کی اور ایک گھنٹہ ملکی معاملات پر گفتگو ہوتی رہی۔ قادیانی مؤلف تاریخ احمدیت لکھتا ہے کہ بقول مرزا محمود سر کلیٹن کو پہلی ملاقات میں ہمارے سلسلے سے بہت دلچسپی ہو گئی اور گو ہم نے دوسرے دن روانہ ہونا تھا مگر انہوں نے اصرار کیا کہ ڈیڑھ بجے ہم ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ چنانچہ ۱½ گھنٹہ تک دوسرے دن بھی ان کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی اور فلسطین کے حالات کے متعلق بہت سی معلومات مجھے ان سے حاصل ہوئیں۔[25]

---

[22] نفضل عمر کے زریں کارنامے، ظفر اسلام قادیانی، قادیان ۱۹۲۹ء ص ۱۴۳

[23] ریویو قادیان بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۴ء

[24] تاریخ احمدیت جلد ۵

[25] ایضاً

اس گفتگو ہی میں مرزا محمود نے عرب ممالک میں تبلیغ کے نام پر باقاعدہ منظم سامراجی جاسوسی اور تخریب کاری کے اڈے قائم کرنے اور اسرائیل کے قیام میں بلاواسطہ اور بالواسطہ مدد بہم پہنچانے کے عہد کی تجدید کی اور سابقہ پالیسی کو نئے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے بارے میں معاملات طے کئے اس کے فوراً بعد لندن سے آکر مرزا محمود نے جلال الدین شمس کو دمشق بھیجا۔ جولائی ۱۹۲۵ء میں اس قادیانی گماشتے نے تخریب کاری کا آغاز کیا اور صیہونیت کی سیاسی پالیسی کی تکمیل میں سرگرم حصہ لینے لگا۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ عرب ممالک میں قادیانی تخریب کاری اور جاسوسی تحریک قادیانیت کا بنیادی مقصد تھا۔ مرزا کذاب نے صیہونی اور سامراجی تعاون سے قادیان میں سامراج کے حق میں بین الاقوامی سطح پر پروپیگنڈے کی جو بنیاد ڈالی اس کی تکمیل کے لئے وہ انگریزوں کے بعض آلہ کاروں کو عرب ممالک بھیجتا تھا۔ مرزا لکھتا ہے کہ اس نے برطانوی سامراج کی تائید، جہاد کی ممانعت وغیرہ کا لٹریچر "بعض شریف عربوں" کے ذریعے شام، مصر، روم، اور دیگر اسلامی ممالک میں پھیلایا[۲۶] مرزا کے دور ضلالت میں مولوی غلام نبی قادیانی مصر میں جاسوسی کے لئے گیا اور نورالدین کے عہد میں زین الدین اور شیخ عبدالرحمان مصری تبلیغ کے نام پر برطانوی سیاست کے مہروں کے طور پر مصر گئے۔ ۱۹۲۲ء میں جلال الدین قادیانی سے قبل محمود احمد عرفانی قادیانی برطانوی ایجنٹ کا فریضہ ادا کر رہا تھا۔ غرض شمس قادیانی نے دمشق پہنچ کر جب مذموم دینی عقائد اور سیاسی تخریب کاری کا آغاز کیا تو حریت پسند عوام نے اس کا شدید نوٹس لیا، شام اسوقت فرانسیسی سامراج کے زیر کنٹرول تھا۔ شمس دروزی حریت پسند قوم کی جاسوسی اور ان کے بعض افراد سے رابطہ پیدا کر کے برطانیہ کی انٹیلی جنس کو باخبر رکھنے کا کام کر رہا تھا۔ دسمبر ۱۹۲۷ء میں اس مرتد کی تشویش ناک اور اسلام دشمن سرگرمیوں کے باعث ایک غیور مسلمان نے اسے واصل جہنم کرنے کے لئے چاقو کا وار کیا اس سے قبل اس کی رہائش گاہ پر بھی چھاپے مارے گئے۔ [۲۷] چاقو کے وار کا اسے شدید زخم آیا اور کافی عرصہ ہسپتال میں رہا۔ اس کے بعد خود فرانسیسی حکومت نے اس برطانوی گماشتے کو دمشق سے فوری نکلنے کا حکم دیا۔ [۲۸] کیونکہ حریت پسندوں نے فرانسیسی حکومت کا اس حد تک ناطقہ بند کر رکھا تھا کہ اسے کنٹرول حاصل کرنے کے لئے سخت احکامات کے علاوہ بیشمار فوجی تعیناتیں کرنے پڑے تھے، اور پھر اس بات کا ثبوت بھی مل گیا تھا کہ شمس برطانوی انٹیلی جنس کیطرف سے کام کر رہا ہے۔ شمس قادیانی نے برطانوی انٹیلی جنس کے ذریعے قادیان سے رابطہ پیدا کیا اور مرزا محمود کی ہدایت پر فلسطین پہنچا۔ مارچ ۱۹۲۸ء میں موجودہ اسرائیل میں فلسطین مشن کی بنیاد ڈالی گئی۔ فلسطین میں برطانوی آلہ کاروں کی

---

[۲۶] تبلیغ رسالت　[۲۷] تاریخ احمدیت جلد ۵　[۲۸] ایضاً

ایک کھیپ پہلے سے موجود تھی، ان میں سے صیہونی یہود کا ایک پٹھو طرابلس کا محمد مغربی کافی عرصے سے خصوصی کام کے لئے تعینات تھا، ایک اور شخص عبدالقادر عودہ اور اس کا خاندان بھی قادیانی ہوچکا تھا اور دینی سطح پر عرب مہاجرین کے خلاف ایک محاذ بناچکا تھا۔

شمس نے جاکر تبلیغ کے نام پر برطانوی سامراج کی خدمت کا آغاز کیا۔ فلسطین کے کمشنر سے مرزائیوں کی بات چیت ہوچکی تھی، اس لئے صیہونیوں نے مشن کے قیام اور فروغ کے لئے ہر قسم کی مدد بہم پہنچائی۔ ہم قادیانیوں سے سوال کرتے ہیں کہ جب ایک سراسر ناانصافی پر مبنی برطانوی انقلاب کے علاقے میں فلسطینی مہاجرین پر سیاسی مظالم توڑے گئے، سفاکانہ بے دخلیاں کی گئیں تجارت میں امتیاز برتا گیا اور ہر طرح سے کھلی زیادتیاں کی گئیں تو ان میں سے کسی ایک سانحے کے بارے میں قادیانی مبلغوں یا مرزا محمود نے کوئی بیان دیا، کوئی عملی قدم اٹھایا۔ ہرگز نہیں کیا یہ اس امر کا ثبوت نہیں کہ مرزائی آلہ کار محض اسرائیل کے قیام کے لئے مذہبی تبلیغ کی آڑ میں سیاسی کھیل کھیلنے میں مصروف تھے۔ شمس قادیانی نے فلسطین میں جو شرمناک رسالہ الجہاد الاسلامی شائع کیا اور جس منفی انداز سے فلسطینی مظلوموں کی حریت پسند تحریک کو سر ہربرٹ سیموئل کمشنر فلسطین سے ساز باز کرکے سبوتاژ کرنے کے ذلیل اقدامات کئے وہ قادیانی تاریخ کے سیاہ ابواب میں سے ہیں۔ حیفا میں تو شمس کی سرگرمیوں نے سخت اشتعال کی صورت پیدا کردی جسکا مؤلف تاریخ احمدیت نے بھی اعتراف کیا ہے۔ دراصل مذہبی سطح پر علمائے کرام نے اس قادیانی "خالد احمدیت" کو عبرتناک شکست دی۔ مجلس الاسلامی الاعلیٰ کے متقدر علماء اور جمعیۃ الشبان المسلمین کے نوجوانوں نے اس کا ناطقہ بند کردیا، لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ قادیانی مبلغ کی سیاسی تخریب کاریوں کا سدباب کرنا چاہتے تھے۔ ایک رات اس کے مکان کا محاصرہ کیا گیا، لیکن صیہونی فوجی دستوں اور اسرائیلی ہوم گارڈ نے شمس کی مدد کی جس کے باعث یہ سامراجی دلال رات کی تاریکی میں فرار ہوگیا[۲۸]۔

شمس کی کارروائیوں کا دائرہ مصر تک پھیلا ہوا تھا، جہاں پہلے سے ایک استعماری گماشتہ محمود احمد عرفانی سازشی کارروائیوں میں مصروف تھا۔ شمس خصوصی مشن پر دو دفعہ مصر گیا، اسی دوران صیہونی افسروں کی وساطت سے کبابیر کے علاقہ میں کوڑیوں کے داموں زمین حاصل کرکے مسجد محمود کی بنیاد رکھی گئی۔ شمس نے حیفا، کبابیر اور طبریہ میں مشن قائم کئے اور ستمبر ۱۹۳۱ تک فلسطین میں کار خاص انجام دیتا رہا۔

---

۲۸ تاریخ احمدیت جلد ۵

برطانوی سامراج کے استعماری انتداب کے سائے میں صیہونیت اور قادیانیت نے پہلو بہ پہلو ترقی کی۔ عرب ممالک میں تخریب کار روانہ کئے۔ یہودیوں سے گٹھ جوڑ کرکے فلسطینی عربوں کو زمینوں سے بے دخل کرانے اور صیہونی غنڈوں کی بہیمانہ کاروائیوں میں ملوث ہونے کے ساتھ ساتھ قادیانی برطانیہ کے وفادار دستے کے طور پہ کام کرکے یہودی فنڈ سے رقمیں حاصل کرتے رہے تاکہ یہودی سرپرستی میں پھل پھول سکیں۔

ستمبر ۱۹۳۱ء کو اللہ دتہ جالندھری (موجودہ مدیر الفرقان ربوہ) حیفا پہنچا۔ اس کی روانگی کے وقت فلسطین میں قتل و خونریزی کا بازار گرم تھا۔ یہودی کالونیاں بننے کا کام زوروں پہ تھا۔ ہزاروں عربوں کے خون سے ہولی کھیلی جاچکی تھی، اور سیاسی سماجی اور معاشی سطح پہ ان کو ملیامیٹ کرنے میں صیہونی اور برطانوی آلہ کار سرگرم تھے، اس پُر آشوب دور میں اللہ دتہ نے رسالہ البشریٰ جاری کیا تاکہ عرب ممالک میں باقاعدہ سامراجی۔ یہودی پروپیگنڈے کے ذرائع پیدا کئے جائیں، پریس لگوایا اور کبابیر کی مسجد ِ مزار کے نام پہ "مقامی جماعت" سے ایک زمین وقف کرنے کا وعدہ لیا۔ اور پھر اس کی رجسٹری صدر انجمن (احمدیہ قادیان) کے نام کرائی گئی[29]

ایک طرف تو یہودی بسے ہوئے عربوں کو سنگینوں کے بل پر بے دخل کر رہے تھے۔ تو دوسری طرف قادیانیوں کو زمین وقف کرکے دے رہے تھے۔ الفضل قادیان، اکتوبر ۱۹۳۵ء قادیانی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

> "یہ سب کچھ (تبلیغ) جماعت احمدیہ اپنی بساط اور تمام دنیا میں پھیلے اپنے تبلیغی کام کے لحاظ سے کر رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کے بہت اچھے نتائج نکل رہے ہیں۔ فلسطین کے جن تعلیم یافتہ لوگوں کو احمدیہ مشن کی جدوجہد کا علم ہو چکا ہے۔ وہ نہایت شکر گزار ہیں۔ اور خوشی کے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں۔"

فلسطین کے جن تعلیم یافتہ لوگوں کا اس رپورٹ میں ذکر ہے وہ یورپ، روس اور پولینڈ وغیرہ سے آئے ہوئے نئے یہودی آباد کار تھے جو قادیانی جماعت کے تعاون اور ان کی خصوصی "جدوجہد" اور اسرائیل کے قیام میں معاونت پہ شکر گزار تھے اور خوشی کے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔

۱۹۳۷ء میں فلسطین کے حالات کا جائزہ لینے والے ایک کمیشن نے ایک رپورٹ پیش کی جو پیل رپورٹ PEEL REPORT کہلاتی ہے، میں تقسیم فلسطین کا فارمولا پیش کیا گیا۔ اس رپورٹ پہ عرب دنیا

---

[29] الفضل قادیان۔ ۱۰ر جولائی ۳۵

اور ہندوستان میں شدید احتجاج ہوا۔ الفضل قادیان نے ایک اداریہ بعنوان "کیا فلسطین کی تقسیم قیام امن کا موجب ہوگی؟" تصنیف کیا جس میں اس ظالمانہ تقسیم کی سفارش (جس کے تحت شمالی ساحل پر اسرائیلی ریاست اور یروشلم اور حیفا پر برطانیہ کا قبضہ رہنا تھا۔) پر قطعاً احتجاج نہ کیا، اور نہ ہی دو لفظ ہمدردی کے لکھے صرف آخر میں یہ لکھا کہ اس قسم کی تقسیم ہوئی تو پھر امن قائم ہوگا۔ یا نہیں اس کا فیصلہ مستقبل کرے گا۔[30]

مسلمانان ہند نے فلسطینی مجاہدین کی حمایت میں فلسطین کانفرنسیں منعقد کیں مسلم لیگ اور کانگرس نے عرب مظلوموں کے حق میں قرار دادیں پاس کیں، چندے جمع کئے گئے، برطانیہ سے فلسطین میں عربوں سے کھلا امتیاز برتنے۔ عربوں کو زبردستی بے دخل کر کے ان کی زمینوں پر یہودیوں کو بسانے اور ان کو سیاسی و معاشی مراعات سے محروم کرنے پر شدید احتجاج کیا۔ ہر بڑے شہر میں جلسے کئے گئے، دہلی اور کلکتے میں شاندار اجتماعات ہوئے۔ اس موقع پر الفضل نے ایک شرمناک اداریہ لکھا جس میں مسلمان زعما پر الزام لگایا کہ وہ چندہ کھانے کے لئے کانفرنسیں کرتے ہیں، اور یہ عیش و عشرت کے لئے ایک ڈھونگ رچایا گیا ہے۔ کانفرنس میں نمائشی قرار دادیں پاس ہوتی ہیں، اور ٹکٹ بیچ کر روپیہ ہضم کر لیا جاتا ہے۔ برطانوی سامراج کی پالیسی کا یہ زور آرگن الفضل اسی اداریے میں آگے لکھتا ہے: کہ پہلے دہلی اور پھر کلکتے میں ایسی کانفرنسیں منعقد ہوئیں، قرار دادیں پاس کی گئیں، یہ تمام احتجاج، غم و غصہ اور مسلمانوں سے ہمدردی مال و اوقات کا ضیاع ہے۔ آخر میں لکھتا ہے:

"کاش! وہ لوگ جو مسلمانوں کے لیڈر بنے ہوئے ہیں اس طرف توجہ دیں اور بے نتیجہ باتوں میں مسلمانوں کو ابھارنے اور ان کا مالی اور جانی نقصان کرانے کی بجائے ان کی اندرونی اصلاح و ترقی کیلئے کوشش کریں۔"[31]

اللہ دتہ نے بھی برطانوی، صیہونی دینی جاسوس کے طور پر دو دفعہ مصر کا دورہ کیا۔ قادیانی پرچہ "البشارۃ الاسلامیہ الاحمدیہ" (جس کا نام بعد میں البشریٰ رکھا گیا) میں قادیانی حضرت عیسیٰؑ کی طبعی موت کشمیر میں قبر وغیرہ کے محیر العقول نظریئے کی آڑ میں برطانوی سامراج کی سیاسی بہیرہ دستیوں کا پروپیگنڈا کرتے تھے، الازہر کے ترجمان رسالہ نور الاسلام نے قادیانی خرافات کا شدت سے نوٹس لیا، اور ان خرافات کا مسکت جواب دیا۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ برطانوی ایجنسی کے اس مبلغ کو مصر میں تقسیم ہونے سے روکا جائے۔ اللہ دتہ نے عربوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے القول المبین فی بیان معنی خاتم النبیین اور الدین الحی الخالد جیسے رسائل بھی لکھے۔

---

[30] الفضل قادیان ۱۱ر جولائی ۱۹۳۷ء [31] الفضل قادیان ۳۰ر ستمبر ۱۹۳۷ء [32] الفرقان ربوہ فروری ۱۹۵۶ء

کہا جاتا ہے کہ اللہ دتہ قادیانی برطانوی صیہونی آلہ کار کے طور پر مفتی امین الحسینیؒ کی کارروائیوں پر نظر رکھتا تھا، مفتی مرحوم نے فلسطین کی جنگِ آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ نے برطانوی سامراج کے خلاف فلسطینی مجاہدینِ آزادی کی جدوجہد کو منظم کیا۔ ۱۹۲۰ء میں جافا گیٹ کے سانحے کے دوران جس میں کئی عرب شہید ہوئے آپ نے نمایاں کام کیا۔ ۱۹۲۸ء تک آپ کی شہرت کو چار چاند لگ گئے تھے، آپ سپریم مسلم کونسل کے صدر بھی چن لئے گئے اور مفتی اعظم فلسطین بھی۔ ۱۹۳۵ء کے اوائل میں جب کہ اللہ دتہ فلسطین میں سازشی کردار ادا کر رہا تھا۔ مفتی مرحوم کے پیروکاروں نے یہودی چھاپہ ماروں کے خلاف ایک گوریلا فوج بنا کر ان کی جرمنی سے بے پناہ آمد کو روکنے کے لئے جوابی طور پر چھاپہ مار کارروائیاں شروع کیں۔ مفتی مرحوم نے فتویٰ دیا کہ ان کارروائیوں میں حصہ لینا عین جہاد ہے۔ اسی موقع پر اللہ دتہ اور اس کے قادیانی گماشتوں نے جہاد کی سخت ممانعت اور برطانوی سامراج کی مدح و توصیف میں فلسطینی علاقوں میں لیکچر دیئے اور چھاپہ ماروں کی جاسوسی کی، مفتی مرحوم کی کوششوں سے فلسطین میں ایک طویل ہڑتال کی گئی جو کئی ماہ جاری رہی، پھر کئی فسادات ہوئے، آخر کار مفتی مرحوم جافا کے راستے لبنان چلے گئے۔

۱۹۳۶ء میں اللہ دتہ کی جگہ مولوی محمد سلیم کو قادیان سے مبلغ بنا کر بھیجا گیا۔ یہ دو سال تک "تبلیغ" کرتا رہا اور قادیانی ایجنٹوں کی وساطت سے جاسوسی اور تخریب کاری میں ملوث رہا۔ اس کا ایک پٹھو محمد صالح فلسطینیوں کے کیمپوں میں جا کر خفیہ کارروائیاں کرتا اور مفتی امین الحسینیؒ کے جانبازوں کی گوریلا کارروائیوں پر اطلاع رکھتا جس کا حریت پسندوں کو علم ہو گیا اور انہوں نے اس صیہونی دلال کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کی۔

مولوی سلیم اپنی ایک رپورٹ میں لکھتا ہے:

احمدیہ کبابیر کے ایک نہایت ہی مخلص احمدی السید محمد صالح کے مکان پر چھ ماہ کے اندر اندر بعض بدقماش فتنہ پرداز (عرب فلسطینی حریت پسندوں کی طرف اشارہ ہے۔ ناقل) رات کے وقت دو دفعہ مسلح حملہ کر چکے ہیں۔ اور گو ہر دو دفعہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام و نامراد رکھا تاہم ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہو گیا کہ مکان پر اپنی حفاظت کا انتظام کریں۔ چنانچہ ہم نے ڈسٹرکٹ کمشنر ناردرن ڈسٹرکٹ حیفا کی خدمت میں ایک مفصل چٹھی لکھی اور اسلحہ رکھنے کی اجازت چاہی مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ اس پر اسسٹنٹ کمشنر حیفا سے ملاقات کر کے حالات بیان کئے گئے اور احمدیت کی مختصر تاریخ سے ان کو آگاہ کیا گیا۔ آپ مذہباً مسلمان تھے، اس لئے توجہ سے ہمارا پیغام سنتے رہے بالآخر آپ نے ہمیں اسلحہ رکھنے کی اجازت دے دی۔ قائم مقام اسسٹنٹ کمشنر دائرۃ المہاجر حیفا مذہباً یہودی ہیں، ان سے ملاقات کر کے احمدیہ نقطۂ نظر کے لحاظ سے فلسطین کی موجودہ سیاسی شورش پر تبصرہ کیا گیا اور بتایا گیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے،

جو امن وسلامتی کا حقیقی علمبردار ہے اور جس نے ہر حالت میں ہر قسم کے جانی دشمنوں کے حق میں بھی عدل و انصاف اور گنجائش رحم سے کام لینے کی تعلیم دی ہے، تقریباً ایک گھنٹہ ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ آخر آپ نے وعدہ کیا کہ سلسلہ کا لٹریچر آکر انہیں دیا گیا تو ضرور مطالعہ کریں گے۔،، [۴۳]

اس رپورٹ سے عیاں ہے کہ قادیانی بلاکسی شک کے کھلم کھلا عرب حریت پسندوں کے خلاف نبرد آزما تھے۔ عربوں سے تو معمولی اسلحہ بھی چھین لیا گیا تھا، اور ان کے خلاف سخت کاروائیاں کی جا رہی تھیں، لیکن قادیانیوں کو زمین الاٹ کرنے مالی اعانت بہم پہنچانے کے علاوہ اسلحہ رکھنے کی پوری اجازت تھی۔ اور یہود کو ان کے سلسلہ سے پوری ہمدردی تھی، کیونکہ اس یہودی ایجنسی کا فروغ صیہونیت کے وسیع تر مفاد میں تھا۔

۱۹۳۸ء میں مولوی سلیم کی جگہ چوہدری شریف کو فلسطین بھیجا گیا۔ اس وقت دوسری جنگ عظیم زوروں پہ تھی۔ یہودی قافلے سامراجی سنگینوں کے سائے میں فلسطین آ آکر فلسطینیوں کے خون سے ہولی کھیلنے، زمینوں پہ قبضہ کرنے اور قتلِ عام میں معروف تھے۔ اس دوران بھی چوہدری شریف نہایت شرمناک طور پر برطانوی سامراج کی خدمت، اسرائیل کے قیام میں پر زور کوشش اور صیہونیت کی معاونت میں لگا رہا۔ قادیانی اسرائیلی گوریلا دستوں خصوصاً ہگانہ [۴۴] کے ساتھ مل کر جاسوسی کرتے اور خفیہ ریکارڈ تیار کرنے کی تربیت حاصل کرتے۔ ان کے تربیتی مراکز یہودی اداروں خصوصاً سکولوں اور ٹریڈ یونین کلبوں کے تہ خانے تھے۔ جن کے باہر سخت پہرہ ہوتا۔ ہفتے میں ایک دفعہ لڑائی کی تربیت آتشیں اسلحہ کے استعمال، اسلحے کو توڑنے، رسہ کے ذریعہ کودنے پھاندنے، مکانوں میں چھلانگیں لگانے، چلتی کاروں سے کھسک کر بھاگنے وغیرہ کی مشق کرتے اور جب کبھی برطانوی دستوں کا اشارہ ملتا۔ یہ مبلغین احمدیت اور دینی رکنوں کا روپ دھار لیتے۔ مفتی امین مرحوم کے جانبازوں کے مراکز ان کا خاص نشانہ تھے ان کا کام مقتدر عربوں اور فلسطینی رہنماؤں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنا اور ان کی تصاویر حاصل کرنا تھا۔ رات کے وقت عربوں کے علاقوں میں گھسنا اور شب خون مارنے کے لیئے راہ ہموار کرنا ان کا اہم کام تھا، واضح رہے کہ ہندوستان میں بھی مرزا محمود نے تحریک آزادیٔ ہند کے خلاف نیم فوجی تنظیم احمدیہ کورز اور پھر نیشنل لیگ (۱۹۳۵ء) اور فرقان بٹالین قائم کیں۔

---

[۴۳] الفضل قادیان ۲۲ر جولائی ۱۹۳۷ء

[۴۴] ہگانہ کی کاروائیوں کے لیئے دیکھیں منڈر سنیا کی کتاب 'ہاگانہ' نیویارک ۱۹۶۶ء

مفتی امین مرحوم کے جانباز تحریک جہادِ مقدس میں حصہ لے رہے تھے۔ انہوں نے ایک نوجوان تنظیم قائم کی اور کمال ارکات کی سرکردگی میں فوجی تربیت کا انتظام کیا۔ کمال نے عربوں کو نعرہ دیا کہ ہم عہد کرتے ہیں کہ یہودیوں کو سمندر میں پھینک دیں گے۔" فلسطینی مجاہدین کے دستوں نے برطانوی افواج اور یہودی نیم فوجی دستوں سے جان توڑ مقابلہ کیا، نام نہاد یہودی ریاست کے قیام کے آخری سالوں میں چوہدری شریف قادیانی نے مذہبی اشتعال انگیزی اور سیاسی تخریب کاری میں شدت پیدا کردی شمس قادیانی کی طرح سامراج کے اس گماشتے کو عرب حریت پسندوں نے واصلِ جہنم کرنے کی کوشش کی لیکن یہودی برطانوی فوجی مداخلت سے بچ گیا۔ مؤلف تاریخ احمدیت لکھتا ہے:

"چوہدری محمد شریف کا دورِ تبلیغ بڑے صبر آزما حالات میں گزرا عربوں اور یہودیوں کی کشمکش زیادہ سے زیادہ نازک صورت اختیار کر گئی۔ اس دوران آپ کے قتل کا منصوبہ بھی کیا گیا جو ناکام ہو گیا۔" ۳۵

مفتی مرحوم کے تعاقب میں فرانسیسی سامراج لگا ہوا تھا۔ اس نے آپ کو بیروت سے بغداد جانے پر مجبور کر دیا اور پھر آپ تہران چلے گئے جہاں ۱۹۴۱ء میں برطانوی روسی کنٹرول کے باعث آپ کو جرمن میں ہٹلر کے پاس جانا پڑا۔ ۳۶

جنگِ عظیم دوم کی ناکامی کے وقت آپ کو پیرس، آسٹریا وغیرہ سے سوئٹزرلینڈ پناہ لینی پڑی۔ ۱۹۴۶ء کے وسط میں آپ یروشلم واپس آئے۔ آپ کی آمد سے قبل امریکی، برطانوی ماہرین کی ایک کمیٹی نے اسرائیل میں ایک لاکھ یہودی بسانے کی ظالمانہ تجویز پیش کی، اس موقع پر چوہدری شریف نے ایک پمفلٹ تصنیف کر کے اسرائیل میں تقسیم کیا، جس میں مرزا محمود کی پیش گوئیوں کے مطابق جنگِ عظیم دوم کے خاتمہ کا ذکر تھا۔ اینگلو امریکی کمیٹی کے پریذیڈنٹوں کو مرزا محمود کا وہ رسالہ دیا گیا جس میں انگلستان اور ہندوستان کو اتحاد کی دعوت دی گئی تھی۔ ۳۷ اس موقع پر اسرائیل میں قادیانیوں کے مستقبل کے تحفظ اور سلسلے کی ترقی کے لئے ایک یادداشت بھی مرتب کر کے کمیٹی کے ممبران کو دی گئی۔

ایک طرف یہودی دانشوروں نے ہمیشہ سے قادیانیوں کے مذہبی اور سیاسی مسلک کو یہودیت اور صیہونیت کے فروغ کا ذریعہ قرار دیا۔ اور یروشلم یونیورسٹی کی ایک سکالر مسز الیشے ردمیل نے ۱۹۴۶ء کے انتہائی پُرآشوب دور میں "احمدیت کے متعلق مفصل مضامین یہودی اخبارات میں لکھے"۔ ۳۸ اور اس سلسلہ کی افادیت کو آشکار کیا تو دوسری طرف قادیانی مبلغ فلسطینی مجاہدین کے خلاف سیاسی سرگرمیوں میں حق المقدور

---

۳۵ تاریخ احمدیت جلد ۵ ص ۵۰۴ ۳۶ مفتی امین الحسینیؒ کے ہٹلر سے تعلقات کے بارے میں ۱۹۶۵ء میں نیویارک سے بی اسس جوزف نے بڑی دلچسپ کتاب "دی مفتی اینڈ دی فوہرر" شائع کی ہے۔ ۳۷ الفضل قادیان ۱۱ر جون ۱۹۴۶ء
۳۸ الفضل قادیان ۱۴ر جون ۱۹۴۶ء

ملوث رہا۔ ایک رپورٹ میں چوہدری شریف لکھتا ہے :

"بوجہ ہڑتال عام یہاں ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء کو یوم تبلیغ منایا گیا اس روز ہمارے احمدی احباب نے بصورت وفود فلسطین کے مندرجہ ذیل شہروں حیفہ، ناصرہ، عکہ، للبریا، بیسان، شفاعمرو، صفد، یافا، بیت اللحم، بیت المقدس، تل ابیب، ترشحا میں تبلیغ اسلام کی اور پانچہزار کے قریب اشتہارات وکتب تقسیم کئے س دفعہ خدا کے فضل سے کوئی خاص ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔" [۳۹]

اس رپورٹ سے عیاں ہے کہ جب قادیانی اسرائیل کے طول وعرض میں جاسوسی اور صیہونی آلہ کاروں کی مدد کے لئے جاتے تو ان پر عرب فلسطینی مظلوم حملہ آور ہوتے اور ان کو برطانوی صیہونی ستم کاروں سے کم دشمن نہ سمجھتے۔ اسرائیل کے قیام تک کے عرصے میں قادیان کے سیاسی شاطر برطانوی صیہونی گماشتے غدار ابن غدار مرزا محمود ابن مرزا غلام کی ہدایات کے مطابق کام ہوتا رہا۔ قادیانی تخریب کار اسرائیل کے ہر اس علاقے میں پہنچتے جہاں عربوں کی معمولی اکثریت بھی ہوتی۔ چوہدری شریف لکھتا ہے :

"شیخ نور احمد (قادیانی) کو عکہ ایک ضروری کام (؟) کے لئے بھیجا گیا وہاں کے اوباش لوگوں (یعنی عرب حریت پسندوں اور مفتی امین مرحوم کے جانبازوں) نے آپ کا محاصرہ کر لیا مگر بحمد اللہ آپ بخیریت اسی روز حیفہ پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو عکہ کے شر پسندوں سے محفوظ رکھا۔"

اس رپورٹ میں چوہدری شریف لکھتا ہے کہ "فلسطین کے انتہائی مخدوش حالات کے باوجود تمام اخراجات نکال کر پونے تین ہزار روپے مرکز قادیان کو بھیجے۔" [۴۰]

۱۹۴۸ء کو نام نہاد اسرائیل قائم ہوا۔ اس سے قبل ۱۹۴۶ء کے آخر میں یہودی ایجنسی کے مشن پر سر ظفر اللہ نے فلسطین کا دورہ کیا [۴۱] اور مرزا محمود نے صیہونی یہود کے قیام اسرائیل کے منصوبے میں مدد کے لئے دو "مبلغ" روانہ کئے۔ مؤلف تاریخ احمدیت لکھتا ہے: "تقسیم فلسطین کا آخری فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے شیخ منیر احمد منیر اور مولوی رشید احمد چغتائی بالترتیب ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء اور ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو بلاد عربیہ میں تبلیغ کے لئے فلسطین روانہ ہوئے۔" [۴۲]

حال ہی میں حکومت نے اس امر کی تردید کی ہے کہ اسرائیل میں کوئی پاکستانی احمدی نہیں حالانکہ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۶ء تک چوہدری شریف اسرائیل میں مبلغ تھا۔ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک قادیان انڈیا کے پاسپورٹ

---

[۳۹] ایضاً [۴۰] الفضل ۱۲ جون ۱۹۴۶ء [۴۱] تحدیث نعمت، سر ظفر اللہ کی خود نوشت۔

[۴۲] تاریخ احمدیت جلد ۵

پر اور اس کے بعد قادیان کے بھارت میں آنے کے بعد مرکز پاکستان کی طرف سے متعین تھا۔ اب یہ شخص ربوہ میں ہے۔ الفرقان ربوہ نے ۱۹۵۶ء میں لکھا تھا کہ "مولانا شریف فلسطین مشن کے انچارج مقرر ہوئے۔ آپ ۱۹۳۸ء سے دسمبر ۱۹۵۵ء تک اس مشن میں فریضۂ تبلیغ سرانجام دے کر ابھی حال ہی میں ہی واپس آئے ہیں"[۴۳] آگے لکھتا ہے: "اب وہ مع اہل و عیال واپس آئے ہیں اور ان کی جگہ اس مشن کے انچارج مولانا جلال الدین صاحب قمر مقرر ہوئے ہیں۔"

قمر بھی ربوہ سے اسرائیل پہنچا اور ابھی تک وہاں "تبلیغ" کر رہا ہے۔ منیر احمد اور رشید چغتائی بھی ربوہ میں ہیں۔ آخر یہ سب کن ذرائع سے آتے جاتے ہیں اور قادیانی کب تک اپنی صیہونی سامراجی تحریک قادیانیت کے سیاسی عزائم پر تاویلات دمکہ کے پردے ڈالتے رہیں گے۔ یہ بھی واضح رہے کہ چوہدری شریف کو اسرائیلی حکومت نے نہایت شاندار طریقے سے رخصت کیا۔

۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۷ء تک لندن مشن کے انچارج قادیانیوں خصوصاً مولوی عطا المجیب پر اللہ دتہ جالندھری نے اسرائیل کے لئے کیا خدمات انجام دیں۔؟ عالمی یہودی ادارے اب کن مقاصد کے لئے قادیانیوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔؟ اسرائیل میں قادیانی اقلیت کا اسرائیلی حکومت کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اور کیسی مالی اور دیگر مراعات حاصل کی جاتی ہیں۔؟ الفتح، اور عرب گوریلا تنظیموں کے خلاف قادیانیوں نے کیا شرمناک کارنامے انجام دئے۔؟ نہر سویز، عرب اسرائیل جنگ اسلامی ممالک حطیرہ میں قادیانی جماعت نے کیا غداریاں کیں۔؟

فری میسن، جیوش ڈیفنس لیگ اور کلچر اور تفریح کے نام پر قائم ہونے والی بعض تنظیموں اور کلبوں میں قادیانیوں کا یہود سے کیسا اشتراک ہے۔؟ ستمبر ۱۹۷۴ء کی تحریک میں اسرائیل نے قادیانیوں کی کس طور سے مدد کی۔؟ مرزا ناصر احمد نے سر ظفر اللہ کی وساطت سے امریکی جیوش لابی میں کتنا اثر و رسوخ پیدا کر رکھا ہے۔؟ ایسے بہت سے سوالات کے آئندہ دستاویزی ثبوت پیش کریں گے تاکہ اس صیہونی سامراجی تحریک کے خدوخال سے مناسب شناسائی حاصل ہو سکے۔ ■■

---

[۴۳] الفرقان ربوہ فروری ۱۹۵۶ء

الیو مدشرہ

فاضل مضمون نگار اسفار پر رہے، ان کا موجودہ پتہ ہم سے ضائع ہو گیا۔ یہ مضمون کتابت شدہ مسودہ سمیت کسی سازش سے کھو گیا اور بعد میں اللہ کے فضل سے مل گیا۔ مگر پرچہ اس وجہ سے بھی کافی لیٹ ہو گیا۔ بسا اوقات مضمون نگار سے رابطہ نہایت ضروری ہو جاتا ہے۔ براہ کرم جہاں بھی ہوں خط و کتابت کے موجودہ پتہ سے ایڈیٹر کو مطلع کر دیں اور مضمون کی دوسری قسط بھی بھیجیں، پتہ اور ساری مراسلت مخفی رہے گی۔ "سمیع الحق"

بلوچستان کا ذکری مذہب
اور
اسکی تاریخ

فاضل مقالہ نگار نے الحق کی خواہش پر بڑی محنت، عرقریزی اور ذکری فرقہ کے علاقوں کے اسفار کے بعد یہ مضمون مرتب کیا۔ ذکری مذہب پر الحق پچھلے چند ماہ سے قارئین کی معلومات اور تاثرات پیش کر رہا ہے۔ اس مضمون پر اضافہ تائید یا تعاقب و اصلاح کی بھی قارئین کو دعوت ہے۔ "ادارہ"

فاذکروا اللہ کثیراً یاد گیر — مذہب ڈاہی را برباد گیر
دین از ڈاہی، کتاب از مصطفےٰؐ — می کند شیطان خندہ از قفا

حسب وعدہ ذکری فرقہ کے متعلق مقالہ پیش خدمت ہے۔ یاد رہے کہ یہ فرقہ ذکر کرنے کی وجہ سے ذکری مشہور ہے۔ اصل میں یہ داعی مذہب ہے، جسے ڈاعی، ڈاہی بھی کہتے ہیں۔ یہ ان کا قدیم نام ہے۔ اور آج تک ان کو داعی کہا جاتا ہے۔ یہ نام ان کا اپنا تجویز کردہ ہے۔ یہ اپنے آپ کو داعی بھی کہتے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے پیغمبر مہدی کو بھی داعی اور داعی اللہ مانتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں ؎

آں گروہی راکہ بر الطاف سبحانی شفیق — پیروی کردند امر داعی اللہ را بجان
چوں بلاغ حضرت داعی بخلقاں شد تمام — ظاہر آمد دو علامت سوی شرق از آسمان

(ماخوذ از قلمی نسخہ شے محمد قصر قندی ذکری صـ ۱۵۷)

جناب شمس الدین مصطفائی صاحب (مہدوی) مکران گزیٹر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "بروہی قبیلہ کے ذکری داعی کہلاتے ہیں۔ یہ لفظ دعوت سے نکلا ہے، جس کے معنی پیام، یا دعوت کے ہیں۔" (مہدوی تحریک صـ ۹۶) اور پھر آج سے سوا دو ڈھائی سو سال قبل شاہ فقیر اللہ صاحبؒ ان کو داعی المذہب لکھتے ہیں۔ (مکتوبات شاہ فقیر اللہ صـ ۱۰۱ و صـ ۳۷۳ مطبوعہ لاہور)۔ مگر انہوں نے کچھ عرصہ سے ذکری اور مسلم نمازی کے مابین فرق معلوم

کرنے کے لئے ایک نیا لفظ ایجاد کیا ہے۔ وہ اپنے لئے "چمروک" یعنی روشن ضمیر ہدایت یافتہ اور مسلم نمازی کے لئے "کین تول" یعنی پوتڑا اوپر اٹھانے والا، بے وقوف۔ ان میں پہاڑوں میں اور مکران کے علاقوں میں رہنے والے ذکری نمازیوں سے بے حد نفرت کرتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ کوئی نمازی مسافر ان کے گاؤں میں پہنچے اور انہیں معلوم ہو جائے کہ یہ نمازی ہے۔ تو اسے پانی دینے تک کے روادار نہیں۔ میرے پڑوس میں ایک شخص میرے ہم وطن قصر قند کے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ پاکستان آتے ہوئے راستہ بھٹک گئے۔ ہم تین چار ساتھی ایک ذکری گاؤں میں رات بسر کرنے پہنچے، ہمیں معلوم نہ تھا گاؤں سے باہر پڑاؤ ڈالا تو سلام علیک کے بعد ہم سے پوچھا کہ تم "چمروک" ہو یا "کین تول" کہتے ہیں ہم نے کہا ہم تو کین تول ہیں چمروک نہیں، تو ہمیں حکم دیا کہ فوراً نکل جاؤ اور کنوئیں سے پانی نکالنے کیلئے ہمیں کوئی چیز نہیں دی، پھر ہم راتوں رات نکل کر قدرتاً کسی نمازیوں کے گاؤں میں پہنچے۔"

غرض کہ ان میں نہایت ہی متعصب افراد بھی موجود ہیں۔ یہ لوگ اکثر بندرگاہوں کے قریب سکونت پذیر ہیں۔ مثلاً گوادر، پسنی اور ماڑہ، کراچی اور کچھ لوگ اندرون ملک بلوچستان و سندھ میں بھی پھیلے ہوئے ہیں ان کا پیشہ کاشتکاری اور ماہی گیری ہے۔ مکران میں ان کا مرکزی مقام کلگ ہے۔ اور سندھ میں کراچی (لیاری) ہے۔ ان کا موجودہ مذہبی پیشوا ملا عبدالکریم ہے۔ "کلانچ" میں رہتا ہے۔

کراچی کے ذکری نوجوان تعلیم کے زیور سے آراستہ ہیں اور بہت سے ملازمت پیشہ ہیں۔ "پاکستان فشرمین کوآپریٹو سوسائٹی" میں بھی ان کی اچھی خاصی تعداد ہے۔

ذکری مذہب کا آغاز ذکری مذہب جسے داعی مذہب بھی کہتے ہیں۔ اس کا آغاز کب ہوا اور اس کا بانی کون تھا۔؟ اس سلسلے میں مختلف آراء ہمارے سامنے آئی ہیں۔ قدیم ذکری حضرات کا خیال تھا کہ ہمارے مذہب کا بانی محمد اٹکی ہے۔ بلکہ اس وقت تک اکثر دیہاتیوں کی یہی رائے ہے۔ لیکن جدید طبقہ یہ خیال کرتا ہے کہ محمد اٹکی کوئی افسانہ ہے۔ اصل میں سید محمد جونپوری ہی ہمارے مذہب کا بانی ہے۔ تفصیل عنقریب آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ پہلے آپ چند آراء مع تبصرہ ملاحظہ فرمائیے۔

ا۔ مشہور ادیب جناب محمد حسین عنقا صاحب خیال ہے کہ ابن مقنع خراسانی، خراسان کے گورنر احمد کے خوف سے بھاگ کر کیچ (مکران) کے قلعہ میں آکر روپوش ہو گیا تھا۔ اور ساڑھے آٹھ ہزار مذہبی دیوانے اہل کیچ میں سے اس کے گروہ میں شامل تھے۔ اس کے بعد کیچ کا رہنے والا ایک شخص ابوعلی محمد نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ اگرچہ ۹۹۷ھ میں دارالبقا کو چل بسا، لیکن اس کے پیروکار ۱۱۲۰ھ تک کیچ میں موجود تھے اور لکھتے ہیں کہ "علاقہ، عقیدہ اور نام "محمد" سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وہی محمد ہے، جو ذکری

مذہب کا بانی ہے۔ (ماہنامہ" بلوچی دنیا" ملتان اکتوبر ۱۹۶۷ء) عنقا صاحب نے تاریخ بخاری کا حوالہ دیا ہے۔ اور تاریخ بخاری میں لفظ "کش" ہے۔ "کش" سے مراد کیچ لیا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ حاشیہ میں لکھا ہے کہ مدینۃ بالترکستان قرب نخشب۔ (تاریخ بخاری ص ۱)

۲. دوم حضرت شاہ فقیر اللہ علویؒ کا خیال ہے کہ یہ خارجی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: "نہم خلیفہ اصحاب خلف بن عمر خارجی اند ایشاں از خوارج کرمان اند و مکران (الی ان) و دریں ایام ایں طائفہ خلیفہ مشہور بداعی مذہب اند و مرتد محض اند اہل قبلہ نیستند۔ الخ (مکتوبات م ۵۵ ص ۳۷۳ مطبوعہ لاہور) شاہ صاحب نے شرح مواقف اور الملل والنحل کا حوالہ دیا ہے۔ الملل والنحل میں مجھے ابھی تک ایسا کوئی نام نہیں ملا ہے۔ ویسے صاحب ملل والنحل لکھتے ہیں کہ اگر کسی میں ایک دو باتیں عقائد میں سے خوارج کی پائی جائیں تو میں اسے خوارج میں شمار کروں گا، باقی اعمال میں خواہ وہ اہل سنت ہی کیوں نہ ہو۔ اور ویسے عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب ان کے اضافت خیر و شر کو اللہ کیطرف منسوب کرنے کی وجہ سے خوارج بتاتے ہیں،

اس اعتبار سے مجھے شبہ ہے کہ یہ قرامطہ سے نہ ہوں، کیونکہ قرامطہ کا اقتدار جب بحرین سے ختم ہوا تو یہ لوگ مختلف علاقوں مثلاً شام، عراق، خراسان وغیرہ میں منتشر ہوگئے۔ اور یہ لوگ انہی علاقوں میں داعیوں کی صورت میں اپنی خفیہ انجمنیں بناتے پھرتے تھے اور حسن بن صباح کو کامیاب بنانے والے یہی لوگ تھے۔ چنانچہ چھٹی صدی ہجری تک ان کا اقتدار باقی رہتا ہے۔ اور پھر اسماعیلی شیعوں نے تو ہر طرف پیروں اور درویشوں کے لباس میں داعیوں کے جال بچھا دئے۔ جناب اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ "ان میں دو طبقے تھے ایک داعیوں کا دوسرا رفیقوں کا۔ شام، عراق اور خراسان میں ہر جگہ داعی پھیل گئے۔" (تاریخ اسلام حصہ سوم پندرھواں باب ص ۲۴۳ ج ۳) چونکہ ذکری قدیم سے داعی مشہور ہیں۔ علاقہ بھی قریب قرین قیاس یہی ہے کہ انہی قرامطہ یا اسماعیلی داعیوں میں سے ہوں گے یہی وجہ ہے کہ وہ ابوسعید بلیدی کی مہدویت کی تبلیغ سے یہ لوگ جلد مہدوی بن گئے اور نام وہی داعی باقی رہا۔

دوم یہ کہ بلوچستان میں مختلف بلوچ قبائل آباد ہیں۔ مشہور تاریخ نگار شخصیت جناب رحیم داد خان مولائی شیدائی صاحب کا خیال ہے کہ کلمتی بلوچ اصل میں قرمطی ہیں۔ ان کا اصل وطن الاحساء اور بحرین ہے، دسویں صدی عیسوی میں وہاں سے ہجرت کر کے بندرگاہ کلمت میں مقیم ہوئے۔ کلمت مکران کا قدیم بندرگاہ ہے۔ چونکہ یہ قرمطی فرقے کے پابند تھے اس لئے بلوچوں نے ان کو "کلمتی" نام دیا۔ اس جہاز راں بلوچ قوم نے عمان سے لیکر مالا بار تک بحیرہ عرب پر قبضہ کیا۔ مکران کے مختلف بندرگاہوں تک پھیل گئے اور یہ نہایت بہادر اور جنگجو قوم تھی انہی کلمتیوں اور قرامطہ نے مل کر منصورہ اور

ملتان کی عرب ریاستوں پر قبضہ کیا، جب سلطان محمود غزنوی نے ان کا خاتمہ کیا تو یہ لوگ سندھ، گجرات، دہلی تک پھیل گئے، انہوں نے لسبیلہ (بلوچستان) کے بر فتوں اور کولواہ کے کہدائیوں سے جنگیں لڑیں، پرتگیزوں سے ان کی بحری لڑائیاں ہوئیں اور انگریزوں سے تو خوب نبرد آزما ہوئے راس الخیمہ، اور گوادر میں انگریزوں کے ساتھ خوب بحری لڑائیاں ہوئیں۔ اس بحری معرکے میں کلمتیوں کے قلعے مسمار ہوگئے ان میں میر حمل کلمتی میر اسماعیل کلمتی جو نامور امیر البحر گذرے ہیں ان کے کارنامے تاریخ میں موجود ہیں۔ اسماعیل کلمتی کا مزار گوادر میں ہے۔ اس کے سنگین گنبد پر سال ۲۰۳۰ھ مطابق ۱۶۲۰ء کندہ ہے۔" انتہی ملخصاً (ماہنامہ بلوچی دنیا جولائی ۱۹۵۷ء)

اگر یہ صحیح ہے کہ کلمتی اصل میں قرمطی ہیں تو پھر ذکری حضرات کا اصل انہی میں سے ہوگا نہیں تو ان سے متاثر ضرور ہوئے ہوں گے۔ جسطرح کلمتیوں کا پیشہ کاشتکاری، ملاحی، ماہی گیری ہے۔ اسی طرح ذکریوں کا پیشہ کاشتکاری اور ماہی گیری ہے۔ اور جسطرح وہ بندرگاہوں کے قریب رہتے ہیں۔ اسی طرح ذکری حضرات کی اکثریت ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ بندرگاہوں کے قریب آباد ہے۔ جسطرح کلمتیوں کا مرکز گوادر رہا ہے۔ اسی طرح اٹھارویں صدی میں گوادر ذکریوں کا بھی مضبوط مرکز رہا ہے۔ لہذا اگر یہ کہا جائے کہ ذکری اصل میں انہی قرامطہ اور اسماعیلی (شیعی) داعیوں میں سے ہیں۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

۴۔ تیسرا یا عقیدہ خود ذکری حضرات کا ہے۔ بجز چند تعلیم یافتہ اور تاریخ سے واقفیت رکھنے والے ذکریوں کے تقریباً تمام ذکری اپنا پیشوا اور مہدی اور رسول "محمد اٹکی" کو مانتے ہیں۔ چونکہ ان میں جدید طبقہ سید محمد جونپوری کو اپنا پیغمبر مانتا ہے۔ اور قدیم "محمد اٹکی" کو اس لئے میں یہاں پر محمد اٹکی کے متعلق کچھ لکھ کر پھر "جونپوری" پر بھی تبصرہ کروں گا۔ انشاء اللہ "محمد اٹکی" کے متعلق جو واقعہ غیر ذکری بلوچوں میں تواتراً منقول ہے وہ کچھ عجیب وغریب ہے۔ اور ذکری حضرات اس کو اور انداز سے بیان کرتے ہیں۔ اور پھر سب سے نرالا وہ سفر نامہ ہے جو "محمد اٹکی" کے ایک صحابی عزیز لاری نے لکھا ہے۔ افسوس کہ وہ ہمیں ادھورا ہاتھ لگا۔ محمد اٹکی کا واقعہ جو مجھے ملا ہے۔ اسکی تفصیل قاضی عبدالصمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں اور مضامین میں اور مولوی محمد موسیٰ صاحب دشتی رحمۃ اللہ کی کتاب میں موجود ہے اس کو میں یہاں پر مختصراً درج کرتا ہوں۔

مولوی محمد موسیٰ صاحبؒ واقعہ نقل کرنے سے قبل لکھتے ہیں: "راقم الحروف بوجہ اجمال آنچہ ابتداء حدوث مذہب داعی از روئے اقوال لسانی ہموطنان مکران کہ پشت در پشت سنداً بمارسیدہ اند تا الحال می خواہم نوشت وبحالت تواریخ وسنہ معذور دارند کہ اصل واقعہ داعیان بحد شہرت وتواتر رسیدہ اند

(الی ان) اگرچہ در حق محمد مہدی اٹکی سنداً و تواتراً سخنان فحش و بدگندہ بیان می کنند بتصدیق می آیندہ مگر ایں خاکسار را مناسب نیست کہ بعیب جوئی وغیبت گوئی کسے از بزرگان گذشتگان نشر بجاً لب بکشایم" (عمدۃ الوسائل برد مذہب باطل ص۸ تا ص۱۲ مطبوعہ ۱۳۲۵ھ) چونکہ مولوی محمد موسےٰ صاحب اسی قوم سے تھے ان کے خاندان کے کئی افراد ذکری تھے۔ اس لئے وہ ان کے عقائد و نظریات سے خوب واقف تھے اور انہیں ذکری فرقہ کی ایک کتاب بھی ہاتھ لگی تھی۔

واقعہ ملا محمد مہدی اٹکی مختصراً درج ہے۔ ملا محمد نامی ایک شخص جس کے متعلق مشہور ہے کہ اٹک پنجاب کا رہنے والا تھا۔ کسی وجہ سے اپنے وطن کو چھوڑ کر حج کے ارادے مکہ معظمہ پہنچا کئی سال تک وہیں معتکف رہا۔ ایک رات اسے الہام ہوا کہ اے محمد مانگ کیا مانگتے ہو تو اس نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ مجھے نبی بنا دے۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا اور انہوں نے یہی درخواست کی، بالآخر ختم نبوت کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے معتوب ہو کر راندہ درگاہ ٹھہرا چنانچہ وہاں سے وہ اس غرض سے نکلتا ہے۔ تاکہ کسی خطے میں جاکر نبوت کا دعویٰ کرے اور نیا مذہب ایجاد کرے مگر شام و عراق، ایران ہر جگہ گھومنے کے باوجود علماء کی کثرت کی وجہ سے اسے موقع نہیں ملتا، بالآخر مایوس ہو کر عازم وطن ہوتا ہے۔ جب وہ کیچ مکران پہنچتا ہے۔ تو وہ نابکار دیکھتا ہے کہ یہاں کے لوگ جاہل اور شتر بے مہار کیطرح ہیں، ان میں کوئی عالم نہیں۔ چنانچہ وہ اتر کر کیچ سے تربت کا رخ کرتا ہے۔ اور بمقام کوہ مراد سکونت پذیر ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے رفتہ رفتہ لوگوں میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کیا۔ اور پیری مریدی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ وہ چند ہی دنوں میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ پھر انہوں نے ایک دن لوگوں سے کہا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کے لئے ایک کتاب آسمان سے نازل کریں گے۔ چونکہ رات کے وقت ان کے پاس جانے کی ممانعت تھی۔ اس لئے وہ رات کو کتاب لکھتا تھا۔ جب کتاب تیار ہو گئی، ایک رات اسے لے جاکر تربت کے قریب ایک درخت جسے بلوچی اور فارسی میں "کہور" یا "کھیر" کہتے ہیں۔ اور اردو، سندھی، پنجابی اور انگریزی میں، ڈھاک کنڈی یا کنڈیری، جنڈ، PROSOPIS کہتے ہیں اس کے شگاف میں جاکر رکھ دی، دوسرے دن لوگوں میں اعلان کر دیا کہ رات اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کے ذریعہ بتا دیا ہے۔ کہ میں نے وہ کتاب فلاں جگہ فلاں جنگلی درخت کے شگاف میں اتاری ہے۔ چنانچہ لوگوں کو ساتھ لیکر وہاں سے کتاب لے آتا ہے۔ وہ کتاب اس وقت نایاب ہے، شاید کسی ملائی کے پاس ہو۔ اور اس نے کتاب اور اپنے مذہب کا نام داعی یا ڈاعی رکھا۔ مگر ابھی ماضی قریب میں ذکریوں کے پیغمبر ملا محمد اٹکی کے ایک صحابی شیخ عزیزہ لاری کا ایک نسخہ "سفر نامہ مہدی" جسے "سیر جہانی مہدی" بھی کہتے ہیں، ہاتھ لگا ہے۔ اس میں اور

شے محمد قیصر قندی ذکری کے قلمی نسخے میں لکھا ہے کہ اس کتاب کا نام "برہان" ہے۔ (نسخہ شے محمد ص۱۱۷ "موسیٰ نامہ" سفر نامہ مہدی ص۵۲،۵۴ از عزیز لاری) وہ کتاب نظم میں تھی یا نثر میں۔؟ قاضی عبد الصمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ کتاب مختلف قطعات پہ مشتمل نظم میں تھی اور فارسی زبان میں تھی۔ قاضی عبد الصمد صاحب سربازیؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ محمد اٹکی کے متعلق لکھتے ہیں،

گذشتہ است ز مرگش قریب پنصد سال	گذاشتہ است کتابے غریب و کمیاب است
کتاب او قلمی فارسی زبان باشد	نہ بیندش بجز آنکس کہ تبع واذناب است
ز روئے قاعدۂ استوار قرآنی	زبانِ قوم و نبی متحد بہر باب است
کتاب فارسی است بلوچ مکرانی	نبی وہادی و مہدی ز ملک پنجاب است
زبانِ دیگر و قوم دگر نبی دگر	عجیب مضحکۂ نزد جملہ احباب است
حقیقی بتو گو بد شنور سربازی	بدانکہ متنبیؔ ذلیل و کذاب است

اس کتاب کے علاوہ محمد اٹکی کے دو اور معجزے بھی ہیں جو ذکریوں میں مشہور ہیں ایک دودھ کا معجزہ دوسرا پانی کا، انہوں نے عصا مار کر زمین سے نکالے ہیں، پانی کے چشمے کو جسے "شیریں و دُکرم" کہتے ہیں۔ یہ ذکری فرقہ کا آب زمزم ہے۔ مگر اس چشمے کا کوئی وجود نہیں، اس جگہ ملا مراد گچکی خلیفہ محمد اٹکی نے کنواں کھدوایا ہے۔ آجکل یہی ان کا آبِ زمزم ہے۔

غرض کہ ان تمام کرتوتوں کے بعد محمد اٹکی نے زیادہ عرصے تک وہاں رہنا مناسب نہ سمجھا چنانچہ ایک رات اپنی نشستگاہ میں چادر دفن کر کے اس کا گوشہ ظاہر کر کے وہاں سے روپوش ہو جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ وطن چلا گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ کراچی بمقام منگھو پیر آیا تھا، واللہ اعلم۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کو لوگ آکر دیکھتے ہیں کہ حضرت ما موجود نہیں۔ چادر کا گوشہ باہر دیکھ کر انہوں نے یہ نظریہ قائم کر لیا کہ ہمارا محمد مہدی اٹکی غوطہ مار کر زیر زمین چلا گیا ہے۔ (عمدۃ الوسائل ص۱۱ مطبوعہ ۱۳۴۵ھ، تیر اسلام بر کھور ذکریاں ص۲ ارمغان ذکریاں ص۲ مطبوعہ ۱۳۵۷ھ، ترجمان بلوچ ۱۵ نومبر ۱۹۳۶ء)

ذکریوں کا یہ عقیدہ کہ ہمارا مہدی زیر زمین چلا گیا ہے، اس پر قاضی عبد الصمد سربازیؒ نے دلچسپ انداز میں تبصرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اس (محمد اٹکی) کے پیرو اپنے ہادی کے زمین میں دھنس جانے پر فخر و ناز کرتے ہیں۔ مگر نہیں جانتے ہیں کہ زمین میں قارون صفت کا دھنس جانا قہر الٰہی کا باعث ہے۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ ضلالت و گمراہی کے بدترین نمونے پہ شکار ہو کر حسن مصنوعی مہدی کو اپنا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ نیز عقیدہ رکھتے ہیں کہ

ہمارا مہدی بنی نوع انسان سے نہ تھا بلکہ مجسم طور پر نور تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا کوئی ماں باپ نہ تھا، زمین میں چلے جانے کے باوجود عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اب تک زندہ وحیات ہے۔ عرش پر خدا تعالیٰ کے سامنے کرسی بچھاتے بیٹھا ہوا ہے۔ ہماری وکالت ونگرانی کرتے ہوئے ہمیں دوزخ میں سے جانے نہیں دیتا۔ افسوس صد افسوس غفلت وضلالت کا پردہ اس قدر ان کی عقل کے پردوں پر پڑا ہوا ہے کہ اس قدر بھی نہیں سوچ سکتے کہ جو راستہ اس کو نصیب ہوا ہے، وہی تو تاردن کا راستہ ہے جس کی منتہا سوائے جہنم کے اور کچھ نہیں، عرش پر جانے کو تو صعود کہا جاتا ہے۔ مگر اسے تو ہبوط نصیب ہوا ہے

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

(ہفت روزہ ترجمان بلوچ۔ ۱۵ر نومبر ۱۹۳۶ء) بعض مؤرخین حضرات اگرچہ محمد اٹکی اور اس کے واقعہ کو تاریخ میں ثابت نہ ہونے کی وجہ سے افسانہ قرار دیتے ہیں، لیکن میرے خیال میں افسانہ نہیں ہوگا۔ ایک ایسا شخص جس کے ماننے والے گوادر، پسنی اور ماڑہ، لس بیلہ کے علاقوں اور ادھر تربت، مند، کیچ مکران کا پورا علاقہ پھر ایرانی علاقہ کہہ، قصر قند اور کشکور وغیرہ علاقوں تک پھیلے ہوئے ہوں وہ افسانہ نہیں ہو سکتا اور پھر اپنے عقیدے پر مرمٹنے کے لئے تیار ہوں۔ ہاں البتہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں، محمد نام کا اٹک سے آنے والا کوئی فرد نہیں اس میں یہ امکان ہے کہ یہ کوئی مفسد شخص ہوگا انہوں نے یہاں آکر اپنا اصلی نام تبدیل کیا ہو۔ ملا محمد اٹکی کا واقعہ غیر ذکری بلوچوں میں مشہور ہے۔ جو پشتوں سے کہانی کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اور خود ذکری حضرات اسی کو مانتے ہیں۔ مگر ذکری حضرات اس کو نور تصور کرتے ہیں۔ جسطرح قاضی عبدالصمدؒ نے لکھا ہے۔ محمد اٹکی کا ایک صحابی شیخ عزیز لاری نے جو سفر نامہ مہدی اور حقیقت نور پاک" خود محمد سے اٹکی کی زبان لکھی ہے۔ اس کے چند اوراق دستیاب ہوئے ہیں اس میں وہ سید محمد جونپوری کو اپنا صحابی بتاتا ہے۔

چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

"قال المہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ سارے کائنات کو اللہ تعالیٰ نے میرے نور سے پیدا کیا ہے۔ میرے نور کا عکس جن مقامات پر پڑا وہ دنیا میں مشہور متبرک ومقدس ٹھہرے ان میں سے ایک مکہ معظمہ میں بیت الحرام شریف ہے۔ جسے حضرت ابراہیمؑ نے بنایا۔ دوسرا بیت المقدس ہے، جسکی تعمیر حضرت سلیمانؑ نے فرمائی، تیسرا مقام لاہوت ہے جو ایک غار ہے، اور مومنوں کی زیارت گاہ ہے۔ چوتھا مقام محمود المعمور کوہ مراد تربت کے نام سے مشہور ہے۔" الخ (وغیرہ وغیرہ) (سفر نامہ مہدی ص ۳)

آگے لکھتا ہے :

" میرے نور کا عکس جن اشخاص پر پڑا ، وہ صاحبِ کمال ہوگئے پہلے چھ مرسلین جن میں اوّل آدمؑ اور آخر احمدؐ ہے ۔ اولیاء میں پہلا شخص حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں ۔ حضرت اویس قرنی ، حضرت عثمان قلندر مروندیؒ بایزید بسطامی ، خواجہ حافظ شیرازی " الخ وغیرہ وغیرہ (ص۳)

نیز لکھا ہے :

" چار دوسرے اشخاص جن کو دنیا میں بڑی سلطنتیں نصیب ہوئیں ان میں سے دو مسلمان اور دو کافر تھے ۔ مسلمان شہنشاہ حضرت سلیمان اور ذوالقرنین ہیں اور کافر نمرود اور بخت نصر الخ ص۳ "

گویا کافر بھی مہدی کے نور سے مستفیض ہوتے ۔ ذلک قولھم بافواھھم ۔

آگے کہتے ہیں :

" پھر میں حق تعالیٰ کی درگاہِ مقدس میں مہمان ہوا ۔ اور اپنی پس خوردہ چند اشخاص کو دئے جو میری دین کے معاون ہوئے ان میں سے سید سراج الدین ، میر عبداللہ جنگی ، فرخ شاہ جہانگیر ، ملّا شہداد قصر قندی شیخ امانی مشرف بہ ایمان ہوئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو میری زیارت کرنے کا حکم دیا ۔ پہلے چاروں مقرب فرشتوں نے میری زیارت کی اس لئے جبرئیل ، میکائیل ، اسرافیل اور عزرائیل سب فرشتوں سے افضل ٹھہرے (الی ان) جب فرشتوں نے میرے نور کا جلوہ دیکھا تو بے ہوش ہوگئے ۔ اور ستر ہزار برس تک بے ہوش پڑے رہے ۔ الخ ص۴ "

میرے خیال میں جونپوری بچارا کیا ان کے باپ دادے کی بھی توبہ انہوں نے اس قسم کا کبھی دعویٰ نہیں کیا ۔ آگے لکھتا ہے ۔ کہ مجھ میں اور خدا میں کوئی فرق نہیں ۔ چنانچہ فرشتے عرض کرتے ہیں : " یارب تیرے اور محمد مہدی کے درمیان کیا فرق ہے ۔ فرمایا میں اس کا اور وہ مجھ سے ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ص۴ "

آگے کہتے ہیں ؛

" پس حق تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں تمام کونین کی سیر کروں (الی ان) پہلے میرا گذر وہاں چاروں سے ہوا ، وہاں چاروں صحائف یعنی توریت ، انجیل ، زبور اور فرقان لکھے تھے پس توریت ، انجیل اور زبور سے میں نے چار مسائل نکالے فرقان حمید چالیس جز پر مشتمل تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ جس قدر آپ چاہیں فرقان حمید سے لے سکتے ہیں ۔ پس میں نے دس جز جو کہ اسرار خداوندی تھے ۔ نکالے ۔ یہ دس اجزاء

قرآن حکیم کے مغز تھے ۔

من ز قرآں مغز را برداشتم　　　　استخواں پیش سگاں بگذاشتم

بقایا تیس پارے اہل ظاہر کے لئے چھوڑ دیئے اور وہ دس پارے خاصان خدا کے لئے ہیں جنہیں "برہان" کہا جاتا ہے ۔ برہان کو کنز الاسرار بھی کہتے ہیں ۔ تیس پاروں کی تحویل (اصل تاویل ہے ۔ عبدالمجید) سید محمد جونپوری کی زبان سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کنز الاسرار میرے خاص امتیوں کے پاس ہوگی ۔ اس کے بعد میرا سیر عرش پر ہوا ۔ الخ (سیر جہانی یعنی سفر نامہ مہدی ص۴،۵)

قارئین آپ نے دیکھا کہ ملا اٹکی نے کتنے بڑے بڑے دعوے کئے ہیں ۔ قرآن کا چالیس پارہ ہونا کن کا عقیدہ ہو سکتا ہے ۔ اور پھر اس کا یہ کہنا کہ استخواں سگاں بگذاشتم "، یہ مصرعہ قابل غور ہے ۔ چالیس میں سے دس پارے مغز ٹھہرے جن کے مجموعے کو "برہان" کہا جاتا ہے ۔ اور یہی ذکریوں کی آسمانی کتاب ہے جو کہ نایاب ہے ۔ بقیہ تیس پارے ہڈیاں ہیں اور اس پر عمل کرنے والے مسلمان کتے ٹھہرے ۔ کیا اس سے قرآن اور پیغمبر اسلام اور تمام مسلمانوں کی توہین نہیں ہوتی ۔؟ حکومت کو چاہئے کہ قادیانیوں کیطرح ان کو بھی واضح طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے اور ان کے مصنوعی حج "کوہ مراد" پر جانے کی پابندی لگا دے ، اس سے شعائر اللہ کی توہین ہو رہی ہے ۔

نیز آگے کہتا ہے :

"چونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ دنیا میں ہر جگہ اور ہر مقام پر بصورت روحانی سیر جہانی کر دو اس لئے میں نے بصورت اجسام سیر جہانی فرمائی (الی ان) دنیا میں جس شخص سے سب سے پہلے میں نے بصورت روحانی ملاقات کی اور جہاں پہلی مرتبہ میرے نزول کا آشکار ہوا وہ شخص سید محمد جونپوری تھے وہ سب سے پہلے تصدیق کر کے ایمان لائے ۔ اور چونکہ ہم نے اس شخص کو امین پایا اس لئے چند کلمات حقیقت اُن سے بیان فرمائیں اور انہیں بتایا کہ یہ امانت اہل ایمان کے سوا ہر ایک سے پوشیدہ رکھے " ۔ الخ ص۶)

یعنی جونپوری صاحب تو ان کے شاگرد نکلے گویا کہ جونپوری کو فیض پہنچانے والا ملا محمد اٹکی ہی ہے ۔ دوسرے معنوں میں جونپوری صاحب کو حواس باختہ کرنے والا ملا اٹکی ہے ۔ شیخ ابوالفضل آئین اکبری میں جونپوری کے متعلق لکھتے ہیں : " از شوریدگی دعوی مہدویت کرد " قارئین لفظ "شوریدگی" کا معنی ڈکشنری میں دیکھ لیں کہ کیا ہو سکتے ہیں ۔

نیز یہ کہتا ہے کہ : سب سے پہلے میرا ظہور ہند (آتک ، اٹک) میں ہوا ، پھر میں نے مکہ معظمہ

جانے کا ارادہ کیا شہر اٹک سے کشمیر، دہلی، ملتان، سندھ دیول بندر سے گوادر اور مسقط کا سفر فرمایا۔ گوادر کے قریب ساحل پہ راستے میں ایک پہاڑ ہے، جہاں ہم نے چالیس دن تک قیام فرمایا۔ لہذا اس کا نام "جبل مہدی پڑا۔ الخ" ص۲

سنا ہے کہ وہ پہاڑ اب بھی اسی نام سے موسوم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکریوں کا پیغمبر مہدی صاحب اٹک پنجاب سے آیا تھا۔ اس کا سفر نامہ چونکہ طویل ہے، اس لئے اس کو میں ختم کرتا ہوں اتنا معلوم رہے کہ یہ محمد اٹکی ہر شہر اور ہر ملک کا تقریباً دورہ کرتا ہے۔ پھر ہمارے وطن قصر قند بھی جاتا ہے۔ جہاں پہ میر عبداللہ جنگی کے علاوہ ملا شہداد قصر قندی بھی ایمان لاکر اس کا صحابی بنتا ہے۔ پھر پورے ایران میں گھومتا ہے، افسوس کہ یہ "سفر نامہ مہدی" نامکمل ہے۔ اگر مکمل کہیں سے ہاتھ لگے تو مزید انکشافات ہوں گے، ذکری حضرات اس مہدی کے قائل ہیں۔ قاضی عبدالصمد سربازیؒ نے ذکریوں کا ایک مشہور شعر در مدح مہدی نقل کیا ہے ؎

یا حبیب احمدی نور چراغ ہمگی — طوطی عرش لقا مہدی پاک اٹکی

مشہور ذکری پیشوا اور مشہور شاعر شے محمد قصر قندی کے قلمی نسخہ میں جو گیارہویں صدی کی تصنیف ہے۔ ایک روایت نقل کیا ہے۔ لکھا ہے: ہر زنی کہ با یار خود ہم جفتی بکند ایں (را) سرّ مقبول گویند در دین باشد، محمد مہدی عنقی (اٹکی) برزبان مبارک خود گفتہ است آں زن و آں مرد روز قیامت دست آں ہر دو در دامن من باشد تا ہر دو را در جنّت داخل کنم (ص۱۴۲)

نیز لکھا ہے: "اگر ترا پرسند کہ دایہ حضرت مہدی علیہ السلام کہ بود۔ جواب بگو کہ ام الفضل بنت حارث بود کہ در ملک عنق (اٹک) بود" ص۱۴۳

سنا ہے کہ اس نسخے میں محمد اٹکی کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہوا تھا، لیکن انہوں نے پھاڑ دیا ہے۔ اس کتاب میں حصہ مہدی نامہ نامکمل ہے۔

محمد مہدی اٹکی بلوچستان کب آیا تھا؟ مقامی روایات کے مطابق ملا مراد گچکی کے زمانے میں آیا تھا اور اس کے غائب ہونے کے بعد بھی ملا مراد گچکی اس کا خلیفہ و جانشین بنتا ہے۔ موجودہ پہاڑ "کوہ مراد" اسی ملا مراد گچکی کے نام سے مشہور ہے۔ اب رہی یہ بات کہ وہ کب پیدا ہوا تھا، کب آیا تھا۔ اور کب غائب ہوگیا تھا۔ سو اس کے متعلق ایک جھوٹی حدیث گھڑ لی گئی ہے، حدیث مع ترجمہ پیش خدمت ہے۔

قال ابو بکر یا رسول اللہ مسئلتی منک ان متی کان الخروج المھدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام فقد جاء لبعد مماتی من بلاد ھند فی سنۃ سبع و سبعین مائۃ

اسمہٗ کاسمی واسم ابوہ کاسمی ابی۔ ترجمہ: گفت ابوبکر یا رسول اللہ سوال بکنم از تو کہ کے بروں آمدن مہدی گفت پیغمبر خدا درود خدا بر و سلامتی بہشت پس تحقیق بیاید پس مرگ من از شہر ہندوستان و در سال نہ صد و ہفتاد و ہفت سنہ ۹۷۷ھ نام او ہمچوں نام (من) باشد و نام مادر و پدر او ہمچوں نام پدر و مادر من باشد۔ (قلمی نسخہ صہ ۱۳۰ شئے محمد) شئے محمد قصر قندی نے اس تحریر کا سنہ بھی لکھا ہے۔ لکھتے ہیں: "تحریر ایں در سنہ سادس عشر ۱۰۱۶ھ الف من الہجرت المصطفیٰ است۔" غالباً یہ شیخ محمد یا شئے محمد وہی شئے محمد درفشاں شاعر ہے۔ جسے ذکری حضرات "شیخ الاسلام" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ قارئین کو مندرجہ بالا عبارت سے ان کی علمیت کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔ اسی قلمی نسخہ میں ابیات "شئے محمد" میں لکھا ہے ؎

چوں بشد از سال احمدؐ نہ صد و ہفتاد و ہفت ۹۷۷ھ — ذات پاک او قدم بنہاد در ہندوستان

از وفات مصطفیٰؐ چوں یوم الف ۱۰۰۰ھ آمد تمام — نور بر بالائے نور شد بلاریب و گمان صہ ۱۵۳

ایضاً۔ چوں ہزار بست نہ سال از پس احمدؐ رسید ۱۰۲۹ھ — آں گہر پنہاں بشد در گا ہہائے لامکاں صہ ۱۵۴

—— اس سے معلوم ہوا کہ محمد اٹکی کا ظہور ہندوستان میں ۹۷۷ھ میں ہوا تھا۔ اور اس کا نور ۱۰۲۹ھ میں جاکر روپوش ہو گیا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس وقت شاعر نے مہدی کی تعریف میں یہ ابیات کہے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کو ایک ہزار سال پورے ہو چکے تھے۔ اور ان کا مہدی دسویں صدی اور گیارھویں صدی ہجری کے مابین گذرا ہے۔ اور سید محمد جونپوری بھی دسویں صدی ہجری کے ابتدائی سالوں میں وفات پا گیا تھا، تاریخی اعتبار سے سید محمد جونپوری کا زمانہ مقدم ہے، ملا محمد اٹکی پر شبہ ہے کہ یہ ان کے مریدوں میں سے نہ ہو، لیکن محمد اٹکی کا دعویٰ ہے کہ جونپوری مجھ پر ایمان لایا تھا۔ بہر حال اس سے اتنا معلوم ہو گیا کہ ذکری فرقہ کوئی چار سو سال قدیم فرقہ ہے۔ اور دسویں صدی ہجری میں مہدویوں نے خوب ترقی کی خصوصاً عبداللہ نیازی کا بڑا اچھا اثر و رسوخ تھا اور جونپوری کے تابعین میں سے تھا۔ اس کا سنہ وفات ۱۰۰۰ھ ہے۔ اس لئے بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ مذہب انہوں نے یا ان کی کوششوں سے بلوچستان، مکران میں پھیلا چنانچہ عنقریب جونپوری کے بیان میں آئے گا۔ مگر محمد اٹکی کو افسانہ قرار دینا ٹھیک نہیں ہو سکتا ہے، انہی میں سے کسی نے اپنا نام تبدیل کیا ہو اور یہاں پہنچ گیا ہو۔

واللہ اعلم بحقیقت الحال

تبصرۂ کتب

علوم القرآن | از مولانا محمد تقی عثمانی ۔ ناشر مکتبۂ دارالعلوم کراچی ۔ صفحات ۵۱۰
کتابت طباعت عمدہ ۔

ابتداء سے قرآن کریم کے متعلقہ مباحث، وحی، نزول و ترتیب نزول قراءت سبعہ اعجاز قرآن، ناسخ و منسوخ حفاظت و حقانیت قرآن مجید وغیرہ نے "اصول تفسیر و علوم القرآن" کے نام سے ایک مستقل علم کی صورت اختیار کی ہے۔ اور ہر دور میں علماء اور محققین نے اپنے زمانہ کے حاجات اور تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر اس موضوع پر عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ ایسے علوم کا بیشتر ذخیرہ عربی زبان میں ہے۔ ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ نے فارسی اور مولانا عبدالحق حقانی وغیرہ نے اردو میں اس موضوع پر قابل قدر کام کیا۔ مگر موجودہ دور کے نئے تقاضوں مخالفین اور مجادلین کے نئے شبہات مستشرقین اور مغرب زدہ طبقہ کے پیدا کردہ اوہام اور وساوس کے بنا پر اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ سلجھے ہوئے انداز میں اب تک کے ایسے قدیم اور جدید مواد کو سامنے رکھ کر ایک نئی کتاب مرتب کی جائے اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بھی ہمارے جگری دوست فاضل مکرم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب (مدیر البلاغ) کو دی۔ جن کے ساتھ ——— ایسے علمی کاموں میں خداوند کریم کی خاص توفیق شامل حال رہتی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں قرآن کریم تفسیر اور اصول تفسیر سے متعلق اہم مباحث کو بہترین انداز میں سمیٹا اور مستشرقین و اعداء اسلام کے قدیم و جدید شبہات کا بھی موثر انداز میں محاسبہ کیا۔ کتاب کا حصہ اول آٹھ ابواب پر مشتمل ہے جس میں وحی، تاریخ نزول قرآن قرآن کے سات حروف، ناسخ و منسوخ۔ حفاظت قرآن اور اس سے متعلق شبہات کے جواب حقانیت قرآن، مضامین قرآن پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ حصہ دوم میں چار ابواب ہیں۔ جن میں تفسیر کے معتمد اور غیر معتمد ماخذ۔ تفسیر کے ضروری اصول اور قرون اولیٰ کے مفسرین۔ جیسے اہم مباحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مصنف کو انگریزی زبان پر بھی عبور رہے اس لئے انہوں نے قرآن کریم سے متعلق یورپ کے نام نہاد محققین اور سکالروں کے اسلام

وشعلی تلبیسات کا بھی تعاقب کیا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اردو زبان میں وقت کی اہم ضرورت اور قرآن کریم کی ایک عظیم الشان خدمت ہے۔ اور اس کا مطالعہ قدیم و جدید دونوں علمی طبقوں کیلئے نہایت مفید ہے بالخصوص مدارس عربیہ میں تو اسے لازمی مطالعہ میں شامل کرنا چاہیئے

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین | حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر:- المکتبہ السلفیہ لاہور، صفحات:- ۳۲۶ قیمت:- ۴۵،۰۰ روپے۔ بہترین جلد طباعت عکسی پازیٹو۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ و سیدنا فاروق اعظمؓ کی تمام صحابہؓ اور امت پر فضیلت اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اعداء صحابہ اور روافض نے ہر دور میں شیخین مکرمینؓ ہی کو نشانہ تنقید بنایا اور قصر اسلام کی یہ اولین آہنی بنیادیں کمزور کرنی چاہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے دور میں جبکہ یہ فتنہ بعض مغل حکمرانوں کے اثرات کی وجہ سے پورے عروج پر تھا اللہ تعالیٰ نے دفاع صحابہ اور تحفظ مسلک اہل سنت کی توفیق بھی خانوادۂ ولی اللہی کو دی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرح ولی اللہی خاندان نے بھی فتنۂ رفض و تشیع کا ایک ایسا بھرپور تعاقب کیا۔ کہ دجل و تلبیس پر مبنی عداوتِ صحابہؓ کی ساری عمارت پاش پاش ہوگئی۔ ازالۃ الخفاء اور تحفہ اثنا عشریہ کے علاوہ پیش نظر کتاب قرۃ العینین کے علمی، عقلی و نقلی دلائل کا آج تک جواب نہیں دیا جاسکا۔ قرۃ العینین میں امام ولی اللہ نے شیخین کی فضیلت کو ہر لحاظ سے مدلل و منقح نہیں کیا بلکہ اِس ضمن میں پورے شیعہ علم کلام کے اہم مباحث اور مطاعن کا قلع قمع بھی کر دیا ہے ان کا انداز حکیمانہ اور محققانہ ہے اور حدیث، سیرت اور تاریخ، علم کلام اور قرآنی علوم پر ان کی نظر مجتہدانہ ہے۔ اِس لئے وہ اہل بیت اور ائمہ اطہار کی عظمت و محبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت اور تمام صحابہ کی عدالت و حرمت پر دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں۔ فارسی زبان میں یہ کتاب ۱۳۱۰ھ میں مطبع مجتبائی میں چھپی تھی۔ اب نایاب تھی۔ مکتبہ سلفیہ نے اسی نسخہ سے عکسی فوٹو لے کر نہایت عمدہ کاغذ اور اعلیٰ جلد کے ساتھ شائع کیا۔ ایسے عکسی کتابوں کی اشاعت سے کتاب اپنے پرانے شکل اور صحیح کتابت و طباعت کے ساتھ زندہ تو ہو جاتی ہے۔ مگر ضرورت ہے کہ ناشرین حضرات نئے دور کے تالیفی تقاضوں اور لوگوں کے استعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب کی ترتیب و تبویب اور انڈکس پر

بھی کچھ محنت کریں تو استفادہ میں اور بھی سہولت ہو جائے۔ بہر حال ایسے حسین و جمیل پیرایہ میں اس کتاب کا شائع ہو جانا ناشر کے والہانہ شغف اور حسن ذوق کا بھی ثبوت ہے اور اہل علم پر احسان بھی۔

منصبِ نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ۔ ناشر مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی ۱۸
صفحات :- ۲۹۲ قیمت ۱۸ روپے

عالم اسلام کے فرزند جلیل اور داعیہ کبیر مولانا علی میاں کے تصانیف پر کسی لمبے چوڑے تبصرہ کی ضرورت نہیں، آفتاب آمد دلیل آفتاب ـــــ عالم انسانیت اور انسانی تمدن و ارتقاء پر انبیاء کرام کے احسانات، امتیازی خصوصیات طریقۂ فکر و دعوت نبوت محمدی کے لافانی کارنامے اور ختم نبوت کی ضرورت اور اس کے عمیق اثرات پر اس کتاب میں مولانا موصوف نے روشنی ڈالی ہے۔ اور قرآن کریم کو بنیادی ماخذ بنا کر فکر انگیز مواد فراہم کیا ہے۔

عربی زبان میں "النبوة والانبياء فی ضوء القرآن" کے نام سے اس کتاب کے ۱۶ چھ ایڈیشن عرب ممالک میں نکل چکے ہیں۔ اور اب یہ اردو کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ جو کراچی سے جناب فضل ربی ندوی نے طباعت و کتابت کی خوبیوں کے ساتھ شائع کیا ہے۔

ادارہ اسلامیات لاہور کی مطبوعات

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور ایک مدت سے اسلامی علوم و فنون اور عمدہ کتابوں کے فروغ و اشاعت میں مصروف ہے۔ حال ہی میں اس نے اکابر علم و فضل اور علماء دیوبند کی حسب ذیل کتابیں عمدہ پیرایہ میں شائع کی ہیں۔ کتابیں چونکہ اہل علم میں متعارف ہیں۔ اس لئے اجمالی تعارف پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

۱:- العقل والنقل :- عقل سلیم اور نقل صحیح میں کبھی اختلاف نہ ہونے اور اختلاف کی صورت میں فیصلہ کا صحیح طریقہ اور ایسے دیگر مباحث پر علامہ شبیر احمد عثمانی کا مدلل مقالہ
صفحات :- ۹۶ قیمت :- ۳/- روپے

۲:- اعجاز القرآن :- علامہ شبیر احمد عثمانی کے قلم سے اعجاز قرآن پر محققانہ بحث باضافۂ

رسالہ الروح فی القرآن ۔ اور المعراج فی القرآن ۔ صفحات :- ۱۲۶ ۔ قیمت ۳/۷۵ روپے

۳ :- **فلسفۂ نماز :-** قاری محمد طیب قاسمی ۔ اسلام کی جامع ترین عبادت ۔ نماز نہایت عجیب وغریب حکیمانہ اور فاضلانہ افادات ۔ آخر میں امام غزالیؒ کے آداب نماز کا ترجمہ صفحات :- ۱۶۰ ، قیمت :- ۴/۲۵ روپے

۴ :- **مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ :-** علامہ مناظر احسن گیلانیؒ کی مشہور تصنیف ۔ حدیثِ افتراق امت اور دیگر مسائل پر مولانا کی نکتہ آفرینیاں ہے

قیمت :- ۵/۵۰ روپے ۔

مجلّہ " علم وآگہی " :- برصغیر پاک وہند کے علمی، ادبی اور تعلیمی ادارے (حصہ دوم)

ترتیب :- ابو مسلمان شاہجہانپوری / امیر الاسلام صدیقی ۔

ناشر :- گورنمنٹ نیشنل کالج شہید ملت روڈ کراچی ۔

طباعت :- عمدہ صفحات :- ۵۰۴

"علم وآگہی" ۔ گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی کے طلبہ کا مجلہ ہے جو ہر سال ایک بار شائع ہوتا ہے ۔ گزشتہ سال زیر تبصرہ اشاعت کا پہلا حصہ شائع ہوا تھا ۔ اور علمی حلقوں میں اس کی خاطر خواہ پزیرائی ہوئی ۔ اس سال دوسرے حصہ میں کم وبیش ساڑھے تین سو علمی، ادبی ثقافتی اور تاریخی اداروں کا تعارف پیش کیا گیا ہے ۔

گورنمنٹ نیشنل کالج کے اساتذہ اور طلبہ نے تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ یہ ایسا اہم کام انجام دیا ہے کہ علمی دنیا میں ہمیشہ یادگار رہے گا ۔ بلاشبہ یہ اہم اشاعت "کتابِ حوالہ" ثابت ہوگی مرتبین نے " پیش گفتار " میں بجا طور پر لکھا ہے ۔

"یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ برصغیر پاک وہند کے علمی، ادبی، تعلیمی، ثقافتی اور شخصیاتی علمی اداروں کے بارے میں اتنا بڑا ذخیرہ ہندوستان یا پاکستان کی کسی زبان میں کسی کتاب یا رسالے میں ایک جگہ موجود نہیں ۔"

اس اشاعت کی اہمیت کے پیش نظر اور تجاویز پیش کی جاتی ہیں :-

۱ :- دونوں حصوں پر نظر ثانی کی جائے اور اہل علم کی تجاویز اور مشوروں کی روشنی میں واقعاتی اغلاط کی تصحیح ایک ضمیمہ کی صورت میں شائع کی جائے ۔

۲ :- بعض بہت ہی اہم ادارے رہ گئے ہیں مثال کے طور پر ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال،

دارالاسلام ، جمالپور (پٹھان کوٹ) ، دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد اور صوبہ سرحد کے علمی ثقافتی اور دینی ادارے وغیرہ ۔ ان کا تعارف بھی ضمیمہ میں پیش کیا جا سکتا ہے

مجلہ میں مشہور منکرِ حدیث پرویز صاحب کے ادارہ طلوع اسلام کا تعارف جس انداز سے کیا گیا ہے۔ اس سے نہ صرف دینی بلکہ علمی حلقوں کو حیرت کے ساتھ شدید دکھ پہنچے گا ۔ اس ادارہ کی ملحدانہ کوشش اور تحریک انکارِ حدیث کے علمبردار ہونے اور اس کے نتیجہ میں ملتِ مسلمہ کے تمام علماء کا انہیں کافر قرار دینا کوئی ڈھکی چھپی چیز نہ تھی ۔ مرتبین میں جناب ابوسلمان صاحب جیسے باخبر اور دانا شخص کے ہوتے ہوئے حیرت کے ساتھ افسوس بھی کرنا پڑتا ہے ۔ اس لئے کہ اس دانستہ یا نادانستہ غلطی سے اتنے اہم وقیع اور ٹھوس علمی کام کو شدید دھچکا لگنے کا احتمال ہے ۔ بے شک مجلہ میں برصغیر کے غیر مسلم اور کافر ثقافتی اداروں کا ذکر بھی آنا چاہیئے مگر کافر کو مسلمان بنا کر پیش کر دینے کا حق ہرگز کسی کو نہیں دیا جا سکتا ۔ علمی تحقیق کے کاموں میں ہر چیز کو اس کے اصل حقیقت میں پیش کر دینا علم ہے ۔ اس مضمون سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس ادارہ کی تاسیس مسٹر محمد علی جناح مرحوم کے ہاتھوں ہوئی تھی ۔ بہرحال مذکورہ فروگذاشت کے علاوہ "مجلہ" ایسی وقیع شاندار اور قابلِ تحسین کوشش ہے کہ یہ آئندہ علمی تاریخ میں حوالہ کا کام دیگی ۔

السعایۃ | مصنف :۔ علامہ ابوالحسنات مولانا عبدالحئی لکھنوی م ۱۳۰۴ھ

ناشر :۔ سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور ۔ قیمت :۔ ۱۲۵ روپے صفحات جلد اول :۔ ۵۷۲ صفحات جلد دوم :۔ ۳۱۰ ۔ کتابت و طباعت بہترین آفسٹ عکسی فوٹو ۔ کاغذ عمدہ جلد نہایت دیدہ زیب اور مضبوط ۔

برصغیر میں مولانا عبدالحئی لکھنوی مرحوم کا علوم روایت و درایت اور معقول و منقول میں ایک خاص مقام ہے ۔ تصنیف و تالیف کے لحاظ سے تو ان کا کارنامہ فقید المثال ہے ۔ مختصر زندگی میں انہوں نے وہ عظیم علمی کارنامے انجام دیئے جو بڑی بڑی اکیڈمیوں کے دسترس سے باہر تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سعی مشکور اور بارآور فرما دی ۔ اب نہ صرف عجم میں بلکہ عالم عربی میں بھی ان کی تصانیف تزئین و تحسین اور تعلیق و ترتیب کی ایسی شان سے شائع ہو رہی ہیں کہ باید و شاید ۔

مولانا مرحوم نے فقہ کی مشہور کتاب شرح الوقایۃ کی شرح السعایۃ کے نام سے لکھنے شروع کی اور اتنی تحقیق اور استقصاء مباحث کے ساتھ کہ علماء نے بیان مذاہب اور احکام و ادلۃ احکام کے لحاظ سے فقہ حنفی میں ابن عبدالبر مالکیؒ کی الاستذکار ، اور نہ

کتاب التمہید اور ابن قدامہ حنبلیؒ کی المغنی کے طرح فقہی احکام واختلافِ مذاہب بیں دائرۃ المعارف قرار دیا۔ یہ کتاب چھپ گئی تھی۔ مگر اب بالکل نایاب اور عنقا تھی۔ لاہور کے معروف ادارہ سہیل اکیڈمی نے اسے اپنے اعلیٰ ترین روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ایسے بہترین انداز میں عکسی فوٹو لے کر شائع کیا کہ مصنف مرحوم کی روح بھی اسے دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھے گی۔ اعلیٰ طباعت اور جلد بندی وغیرہ کے لحاظ سے تو اب سہیل اکیڈمی کا نام ہی محاسن ظاہری کی ضمانت بن گیا ہے۔ اور جب حسن و رعنائی کا یہ پیکر امام لکھنویؒ کی سب سے اعلیٰ اور عمدہ تصنیف "السعایۃ" نے اپنا لیا ہے۔ تو حسن ظاہری و معنوی کا ایک لامثال امتزاج بن گیا ہے۔

قومی اسمبلی

کپاس، آٹا اور چاول چھڑنے کی ملوں کو سرکاری تحویل میں لینے کے بل پر تنقید

۲۵ راگست ۷۶ء کو مولانا مدظلہ نے مذکورہ بل پر حسب ذیل تقریر فرمائی

مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک):۔ جناب والا یہ ظاہر بات ہے کہ حکومت لوگوں کی جان و مال عزت اور آبرو کی محافظ ہوا کرتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ کچھ دوکاندار کچھ لوگ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرت آپ نرخ مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میں نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن بوجھ اپنے سر لوں۔ اور نرخ مقرر نہ فرمایا کہ مارکیٹ کھلا رہے جب کہ لوگ ظلم نہ کرتے ہوں۔

یہاں مختصراً گذارش یہ ہے کہ جو ملیں قومی ملکیت میں لی گئی ہیں اس کے متعلق اول تو جو مجرم ثابت ہو اس کی مل کو اگر لیا جائے تو کوئی بات بھی ہے۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ بائیس سو لوگوں میں زیادہ سے زیادہ دس بیس آدمی مجرم ہوں گے لیکن دوسرے لوگ بھی اس کی زد میں آجائیں گے۔ ان ملوں میں یتیموں کا حصہ بھی ہے، بیواؤں کا حصہ بھی ہے مشترکہ فنڈز سے بعض ملیں چل رہی ہیں، اب ان بے چاروں کا یقیناً انتہائی نقصان ہوگا۔ جناب والا مجھے معلوم ہے کہ بعض مقامات پر ان ملوں پر قبضہ کرنے والے جس وقت گئے تو انہوں نے فاؤنٹین پن بھی ان کی جیب سے نکال لیا۔ جیب میں جتنے پیسے تھے وہ بھی نکال لئے کمرے میں جو سامان اور چادر پڑی ہوئی تھی اس پر بھی تالا لگا دیا اور کہا کہ اس پر بھی تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ میرے خیال میں ایسے ہے جیسے ایک شخص چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے ہیں تو اب قانون بنا دیں کہ جتنے مرد ہیں ان سب کے ہاتھوں کو کاٹو اس لئے کہ فلاں چور ہے اس نے چوری کی۔

تو شریعت مروجہ ظالمانہ سرمایہ داری کی اجازت تو نہیں دیتی اور نہ میں اس سرمایہ داری کی تائید کرتا ہوں بلکہ یہ عرض کرتا ہوں کہ جو مجرم ہو اس کو اگر سزا دی جائے تو دی جائے لیکن اس کے ساتھ جو غیر مجرم ہے اس میں ہزاروں لوگ بے در ہو چکے ہیں ان کو مستثنےٰ کیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اب ایسی کوئی فیکٹری مثلاً ایک کنال زمین میں ہے اب اس زمین سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے، اس ایریا میں دس بیس دوکاندار ہیں اس میں مالک مل نے کچھ کرائے کی دوکانیں بنائی ہیں اور مکانات اپنے لئے بنائے ہیں۔ اور کوئی دوسری صنعت بھی لگا چکا ہے تو اب ان فلور ملوں کو اگر تحویل میں لیا بھی جائے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ اس تمام ایریا پر قبضہ کر لیا جائے، مکانات سے بھی نکالا جائے اور دوسرے صنعتوں پر بھی قبضہ ہو۔ تو اس کا استثنےٰ بھی ضرور کرنا ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ معاوضہ کے متعلق یہ نہیں بتایا گیا کس حساب سے اور کب دیا جائے گا۔ لیکن گذارش یہ ہے کہ بیس برس پہلے جو نرخ تھا مثلاً وہ دو لاکھ تھا اور اس وقت اس کا نرخ

ں لاکھ ہے اور اب معاوضہ اس وقت دیا جا رہا ہے۔ اس لئے گذارش یہ ہے کہ معاوضہ بھی اسی مناسب نرخ پر اس
ت کے لحاظ سے دیا جائے۔ سب سے بڑا جرم تو ان نگرانوں کا ہے جو حکومت کی طرف سے ان چیزوں کی نگرانی کرتے
ے۔ ان کی نگرانی میں یہ برائیاں ہوتی رہیں۔ تو بہر صورت گورنمنٹ کو لوگوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت
رنی ہی ہے۔ میں اس لئے گذارش کروں گا کہ اس پر نظر ثانی فرمائی جائے یہ ٹھیک ہے کہ یہ بل اکثریت کے ہاتھوں
ں ہو جائے گا لیکن پھر تو وہ نقائص اور مظالم رفع کئے جائیں جو اس بل میں موجود ہیں۔

سمبلی کسی شرعی حکم میں ترمیم کی مجاز نہیں واقف کی مرضی کے بغیر کوئی تصرّف

اور مساجد پر پابندی ناجائز ہے

(۱۸ جولائی ۱۹۷۶ء ساڑھے چھ بجے اوقاف کو مرکز کو وابستہ کرنے کے بل پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے یہ تقریر فرمائی)

جناب سپیکر! بیماری کی وجہ سے کچھ زیادہ عرض نہیں کر سکتا۔ انشاء اللہ چند منٹ میں عرض کرونگا۔
یہ ہم سب تسلیم کر چکے ہیں کہ ہمارا آئین اسلامی اور ہمارا مذہب اسلام ہے۔ اور ہمارا جو بھی قانون اور جو بل یہاں
ے گا وہ قرآن و سنت کے موافق ہوگا۔ پس ہمیں اس چیز پر غور کرنا ہے۔
دنیا کی کوئی اسمبلی بھی شرعی حکم میں ترمیم نہیں کر سکتی کہ آیا مسائل کی بناء پر احکام شرعی میں تبدیل ہو سکتی ہے یا نہیں؟ تو ظاہر
ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور نبی کریمؐ سے فرماتے ہیں جب کہ اسی زمانے کے بہت سے لوگ رسول اکرمؐ کی خدمت میں
ہو کر کہتے تھے کہ حضورؐ آپؐ ذرا نرم ہو جائیں۔ بت پرستی اور شرک کے خلاف آپؐ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس میں کچھ تخفیف
یں تو وہاں پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی۔ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ
تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ۔ دیکھو یہ دین جو ہے یہ اسلام جو ہے میں اس کو اپنی طرف سے نہیں بدل سکتا
ا ایسا کوئی حق نہیں میں تو صرف اتباع کر رہا ہوں اس وحی کا جو میرے پاس پہنچتی ہے —— تو گذارش ہے کہ خود
ریم فرماتے ہیں کہ شرع میں اور وحی میں رد و بدل میں نہیں کر سکتا ہوں —— تو اگر دنیا کے تمام لوگ جمع ہو جائیں، عقلمند جمع
ں، تمام منتخب اسمبلیوں کے ممبر جمع ہو جائیں اور چاہیں کہ کسی شرعی حکم میں تھوڑا تغیر بھی کریں تو میرے خیال میں یہ بالکل ناجائز
ہے۔ بس میں اتنا عرض کرتا ہوں کہ یہ جو بل ہے اس کے متعلق ایک بنیادی مسئلہ تو یہ ہے کہ اس میں یہ اجازت دی گئی ہے کہ
قاف کو بیچا جائے پھر اسے دوسرے مصارف میں خرچ کیا جائے۔
وقف میں واقف کی مرضی کے بغیر تصرف ناجائز ہے میں عرض کرتا ہوں کہ فقہاء اور ائمہ کرام نے تصریح کی کہ واقف جس
ف پر خرچ کرنے کے لئے زمین کو یا کسی اور چیز کو وقف کرتا ہے۔ اور کوئی بغیر اس مصرف کے اسے کسی دوسرے مد میں

رچ کرتا ہے تو ایسا کرنا قطعاً ناجائز ہے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ یہ جائداد مسجد کے لیے میں نے وقف کر دی۔ اور اوقاف کا کوئی سربراہ کہے کہ نہیں مجھے پُل کی ضرورت ہے، مجھے سڑک کی ضرورت ہے، تو اب وہ جو واقف ہے جس نے یہ کہا کہ میری یہ زمین یا مکان یا کرایہ یا اس کی آمدنی خرچ ہو گی تو صرف مسجد پر۔ تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ یہ دوسری جگہ پر خرچ نہیں ہو سکتی۔ اس میں البتہ ایک صورت ہے کہ اگر ایک شخص اس طرح وقف کرتا ہے کہ میرے وقف کو امور خیر اور رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کیا جائے تو پھر بالکل ٹھیک ہے یہ تو وقف مطلق کا حکم ہے اس کو جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ لیکن ایک شخص کہتا ہے کہ یہ صرف فقراء پر خرچ ہو، صرف مدرسہ یا مسجد پر خرچ ہو، یہ صرف ہسپتال کے لئے ہے تو اس وقت ہم اسے کسی تعلیمی مد یا کسی اور مد پر خرچ نہیں کر سکتے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جس واقف نے زمین یا کسی چیز کو وقف کیا ہے اب اگر اس نے وقف میں متولی متعین کر دیا ہے کہ میری اولاد میں سے کوئی شخص متولی ہوگا۔ یا کسی اور خاندان سے یا کسی اور شخص کو متولی بنا دیا۔ تو میں اپنی طرف سے نہیں کہتا، دلائل بھی بیان نہیں کرتا میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ شریعت کے احکام میں ہمیں تغیر و تبدل کی اجازت نہیں ہے۔ تو شریعت کا یہ حکم ہے کہ واقف نے جس شخص کو متولی بنایا ہے۔ بس وہی متولی ہو گا۔ اب اس صورت میں ہمیں اجازت نہیں کہ ہم اس سے تولیت لے لیں۔ گذارش یہ ہے کہ صرف ایک دو فقہاء نے اتنا لکھ دیا ہے کہ اگر متولی خائن ہو تو اس سے قبضہ لے لینا چاہیے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جب بھی وہ ٹھیک ہو جائے تو اس کو پھر متولی کر دیا جائے گا۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

تو اس میں یہ شرط ہے کہ اوقاف کے مصارف کو جیسے واقف کی مرضی ہو اس طرح خرچ کریں گے۔

ولایتِ خاصہ کو ولایتِ عامہ پر ترجیح اور یہ جو کہا جاتا ہے۔ اختیارِ خاص اور اختیارِ عام (ولایتِ خاصہ اور ولایتِ عامہ) جب یہ جمع ہوں مثلاً حکومت کو ولایتِ عامہ ہے اور اختیارِ خاص ایک شخص متولی کو ہے۔ تو فقہا تشریح کرتے ہیں کہ اختیارِ خاص کو اختیارِ عام پر ترجیح ہو گی۔ یعنی اختیارِ عامہ والا مختارِ خاص سے تولیت نہیں لے سکتا۔ الغرض مجھے اتنا عرض کرنا ہے کہ ہم جو بل بھی بنائیں اس میں شرعی دلائل اور شواہد کو دیکھا جائے۔

مساجد میں اسلامی سیاست اور کلمۂ حق پر پابندی غلط ہے باقی یہ کہنا کہ مساجد میں فرقہ وارانہ باتیں نہ ہوں گی تو دیکھئے قرآن مجید میں ہے اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يشهد ان المنافقين لكذبون۔ اسی طرح یہ آیت کہ ومن الناس من يقول امنا بالله وباليوم الاخر وما هم بمؤمنين۔ خداوند کریم فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو زبانی مسلمان ہیں اور وہ واقع میں مسلمان نہیں۔ اب یہ فرقہ وارانہ بات ہے یا نہیں؟ ت فرقے پر رد ہے ہی نہیں۔ قرآن پڑھے گا تو یہود و نصاریٰ پر رد کرے گا۔ کفر و شرک اور بدعات پر رد کرے گا یا ہیں۔ جب یہ قانون ہو گا کہ مسجد میں فرقہ وارانہ بات نہیں ہو گی تو ایسی آیات کا ترجمہ بھی نہیں کیا جا سکے گا۔ اور ترجمہ نہ ز قانون ایسے آیات پڑھنے کا بھی روادار نہیں ہو گا۔ امام بخاریؒ تو فرماتے ہیں کہ مسجد ہسپتال ہے۔ حضرت سعدؓ بیمار ہو گئے تو مسجد میں رہے۔ مسجد یہ ایوان ہے، ہال ہے اسمبلی کا۔ جتنے صحابہؓ کے مشورے تھے مسجد میں ہوتے تھے۔ مسجد

سیاست کا مرکز ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت مسجد میں ہوئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ اُحد کی تیاریاں مسجد ہی میں کیں۔ یہ مسجد دار الشفاء ہے۔ یہ دار الضیافت ہے۔ جتنے مہمان آتے تھے اُن کا قیام مسجد میں ہوتا تھا۔ اب ہم اس مسجد میں یہ پابندی لگائیں کہ کوئی بات فرقہ وارانہ نہ ہو۔ تو میں کہتا ہوں قرآن مجید میں بے شمار فرقوں پر رد ہوا ہے یا نہیں؟ اب آیات پڑھ بھی لیں تو قانون میں اجازت نہیں کہ اس کا ترجمہ کیا جائے۔ اگر ایسا ہے تو پھر عربی میں کیسے پڑھ سکتا ہے؟ اگر وہ دفعہ ہے جس میں ایک فرقہ دوسرے پر رد ہو۔ وہ تو قرآن نے کر لیا۔ بہر حال بات یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے (کہ نماز پڑھنے والے، پڑھانے والے معروفات کی تبلیغ اور منکرات پر رد کریں گے) الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ ہمارا منشور تو یہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جب ہم ان کو حکومت دیں گے تو یہ نماز کی پابندی کریں گے۔ زکوٰۃ ادا کریں گے اور ان کی زبان حق کہنے کے لئے کھل جائے گی۔ جو نیک باتیں ہیں وہ سنائیں گے اور منکر سے منع کریں گے ــ میں خود بیمار ہوں زیادہ ہمت نہیں بس اتنا ہی عرض کرنا تھا ــــ (رپورٹنگ نیشنل اسمبلی)

ٹنڈر نوٹس

زیر دستخطی کو درج ذیل کاموں کیلئے بی اینڈ آر کے منظور شدہ ٹھیکیداروں سے سربمہر ٹنڈر مطلوب ہیں۔

نمبر شمار	کام کی نوعیت	ٹنڈر کی تاریخ	تخمیناً لاگت	زر ضمانت	میعاد تکمیل
۱	انٹرمیڈیٹ کالج درگئی میں دو منزلہ سی بلاک کی تعمیر	5-8-76	10,50,000/- روپیہ	20,000/- روپیہ	8 مہینہ
۲	انٹرمیڈیٹ کالج درگئی میں 40 × 70 ہال رسٹور سری بمعہ آر۔سی۔سی چھت) کی تعمیر	5-8-76	2,50,000/- روپیہ	5,000/-	6 مہینے
۳	انٹرمیڈیٹ کالج درگئی کی چار دیواری کی تعمیر	5-8-76	1,20,000/- روپیہ	2,400/- روپیہ	2 مہینے

- زیر دستخطی کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ کوئی وجہ بتائے بغیر کسی ایک یا تمام ٹنڈروں کو مسترد کر دے
- دیگر شرائط وکوائف دفتر زیر دستخطی میں کسی بھی دن دوران کار دیکھی جاسکتی ہیں۔

محمد افضل ایگزیکٹو انجنیئر بی۔اینڈ۔آر ڈویژن ملاکنڈ

INF (P)-973

نوٹس نیلامی

مندرجہ ذیل ناقابل استعمال سٹور ۲۵ اگست ۱۹۷۶ء کو صبح ۱۰ بجے بمقام ایگریکلچرل انجنیئرنگ ورکشاپ ترناب فارم پشاور (بارڈ بنگلہ) میں نیلام کیا جائے گا

۱:- خالی سٹیل بیرلز:- ۴۵ گیلن والے تعداد:- ۱۴۵ عدد

۲:- سٹیل وائر:- ½"، ¾"، ⅝" ۴۰۰۰ فٹ

قواعد وشرائط:- (۱) لوکل آفیسر کی اجازت سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کسی بھی دن ڈیوٹی کے اوقات میں سٹورز ملاحظہ کیئے جاسکتے ہیں۔

۲:- دلچسپی رکھنے والے اصحاب اپنے پتے اور نام لوکل آفیسر کے ساتھ درج کردیں اور ۱۵۰۰ روپیہ پندرہ صد (قابل واپسی) زر بیعانہ لوکل آفیسر کنٹینر کے ساتھ نیلامی سے پہلے جمع کردیں۔

۳:- سٹور کا ہر آئیٹم جدا جدا بطور ایک لاٹ نیلام کیا جاوے گا۔

۴:- کامیاب بولی دینے والا اپنے خریدے ہوئے سامان کو ورکشاپ کے احاطہ سے بولی کی منظوری (جو بقیہ رقم داخل کرنے کے بعد لکھی ہوئی دستاویز کی شکل میں دی جائیگی) کے ۱۵ دن کے اندر اندر اٹھانا ہوگا۔

۵:- کامیاب بولی والا اسی وقت بولی کی رقم ادا کرے گا۔ ورنہ زر بیعانہ ضبط کیا جاوے گا۔

۶:- زیر دستخطی اپنے اس حق کو محفوظ رکھتا ہے کہ کسی بولی کو بغیر کسی وجہ بتائے منظور یا نا منظور کردے

دستخط محمد اسلم خان ایگریکلچرل انجنیئر ترناب فارم پشاور ڈویژن۔ INF (P) 1143

پیکو سٹیل
عمارات کی مضبوطی
کی ضمانت
آپ کی عمارت کی مضبوطی اس بات پر منحصر ہے کہ آپ مضبوط اور
پائیدار سٹیل استعمال کریں۔
پیکو کا اعلیٰ معیار کا سٹیل عمارات اور دوسرے پراجیکٹس کے لیے بہترین
ہے۔ اس لیے آپ ہمیشہ پیکو سٹیل کا انتخاب کریں۔
پیکو
پاکستان انجنیئرنگ کمپنی لمیٹڈ
لاہور: فون: ۵۰۰۸۲، ۵۰۰۸۱، ۹۳۱۸۳
کراچی: فون: ۲۳۵۵۳۳، ۲۲۵۶۲۱
راولپنڈی: فون: ۶۶۱۳۳
STATE ENTERPRISE
RIO(K)PIO/PEC-16/73
sasa lahore

ہر دور میں اوّل
SOHRAB
پاکستان کا
نمبر 1 بائیسکل سہراب

EAGLE
معیاری
اور
قابلِ
اعتماد
ایگل
ایک عالمگیر قلم
A PRODUCT OF
AZAD FRIENDS & CO. LTD
AFC-5/74
ORIENT.PROCESS,LHR